بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ   وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّ اَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

جلد 69

شمارہ 32

ایڈیٹر
منصور احمد

نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
تنویر احمد ناصر ایم اے

شرح چندہ
سالانہ 700 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا
80 ڈالر امریکن
یا 60 یورو

www.akhbarbadrqadian.in

15 ذوالحجہ 1441 ہجری قمری ● 6 ظہور 1399 ہجری شمسی ● 6 اگست 2020ء

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدِ افۡتَرٰۤی اِثۡمًا عَظِیۡمًا (النساء:49)

ترجمہ: یقیناً اللہ معاف نہیں کرے گا کہ اُس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اِس کے علاوہ سب کچھ معاف کر دے گا جس کیلئے وہ چاہے۔ اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو یقیناً اُس نے بہت بڑا گناہ افترا کیا ہے۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر وعافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 31 جولائی 2020 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور کی صحت وتندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

انسان کبھی صالح نہیں کہلا سکتا جب تک وہ عقائد ردّیہ اور فاسدہ سے خالی نہ ہو اور پھر اعمال بھی فساد سے خالی ہو جائیں

اسراف کرنے والا اپنے مال کو ضائع کرتا ہے مگر فی سبیل اللہ خرچ کرنے والا اس کو پھر پاتا ہے اور خرچ سے زیادہ پاتا ہے

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

سورہ وَالعصر میں دو سلسلوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک ابرار واخیار کا سلسلہ ہے اور دُوسرا کفار اور فجار کا۔ کفار اور فجار کے سلسلہ کا ذکر یوں فرمایا اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ (العصر:3) اور دوسرے سلسلہ کو اس طرح پر الگ کیا۔ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (العصر:4) یعنی ایک وہ ہیں جو خسران میں ہیں، مگر خسران میں مومن اور عملِ صالح کرنے والے نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خسران میں وہ ہیں جو مومن اور عملِ صالح کرنے والے نہیں ہیں۔ یاد رکھو کہ صلاح کا لفظ وہاں آتا ہے جہاں فساد کا بالکل نام ونشان نہ رہے۔ انسان کبھی صالح نہیں کہلا سکتا جب تک وہ عقائد ردّیہ اور فاسدہ سے خالی نہ ہو اور پھر اعمال بھی فساد سے خالی ہو جائیں۔ متقی کا لفظ بابِ افتعال سے آتا ہے اور یہ باب تصنّع کیلئے آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ متقی کو بڑا مجاہدہ اور کوشش کرنی پڑتی ہے اور اس حالت میں وہ نفسِ لوامہ کے نیچے ہوتا ہے اور جب حیوانی زندگی بسر کرتا ہے اس وقت امارہ کے نیچے ہوتا ہے اور مجاہدہ کی حالت سے نکل کر جب غالب آجاتا ہے تو مطمئنہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ متقی نفسِ امارہ کی حالت سے نکل کر آتا ہے اور لوامہ کے نیچے ہوتا ہے۔ اسی لئے متقی کی شان میں آیا ہے کہ وہ نماز کو کھڑی کرتے ہیں۔ گویا اس میں بھی ایک قسم کی لڑائی ہی کی حالت ہوتی ہے۔ وساوس اور اوہام آ آ کر حیران کرتے ہیں مگر وہ گھبراتا نہیں اور یہ وساوس اُسکو درماندہ نہیں کر سکتے۔ وہ بار بار خدا تعالیٰ کی استعانت چاہتا ہے اور خدا کے حضور چلاتا اور روتا ہے یہاں تک کہ غالب آجاتا ہے۔ ایسا ہی مال کے خرچ کرنے میں بھی شیطان اس کو روکتا ہے اور اسراف اور انفاق فی سبیل اللہ کو یکساں دکھاتا ہے حالانکہ ان دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اسراف کرنے والا اپنے مال کو ضائع کرتا ہے مگر فی سبیل اللہ خرچ کرنے والا اس کو پھر پاتا ہے اور خرچ سے زیادہ پاتا ہے۔ اس لئے ہی مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ (البقرۃ:4) فرمایا ہے۔

بات یہ ہے کہ صلاح کی حالت میں انسان کو ضروری ہوتا ہے کہ ہر ایک قسم کے فساد سے خواہ وہ عقائد کے متعلق ہو یا اعمال کے متعلق، پاک ہو۔ جیسے انسان کا بدن صلاحیت کی حالت اس وقت رکھتا ہے جبکہ سب اخلاط☆ اعتدال کی حالت پر ہوں اور کوئی کم زیادہ نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی خلط بھی بڑھ جائے تو جسم بیمار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پر رُوح کی صلاحیت کا مدار بھی اعتدال پر ہے۔ اسی کا نام قرآن شریف کی اصطلاح میں الصراط المستقیم ہے۔ صلاح کی حالت میں انسان محض خدا کا ہو جاتا ہے۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حالت تھی۔ اور رفتہ رفتہ صالح انسان ترقی کرتا ہوا مطمئنہ کے مقام پر پہنچ جاتا ہے اور یہاں ہی اس کا انشراح صدر ہوتا ہے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ (الم نشرح:2) ہم انشراح صدر کی کیفیت کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 171 تا 172، مطبوعہ 2018 قادیان)

......☆......☆......☆......

☆خِلط کی جمع۔ جسم کی چار خلطین صفراء، سوداء، خون اور بلغم

قرآن کریم نے جہاں بھی نماز کا حکم دیا ہے نماز باجماعت کا حکم دیا

جو شخص بغیر عذر کے نماز باجماعت کو ترک کرتا ہے خواہ وہ گھر پر نماز پڑھ بھی لے تو اس کی نماز نہ ہوگی

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: نماز باجماعت کی ضرورت کو عام طور پر مسلمان بھول گئے ہیں اور یہ ایک بڑا موجب مسلمانوں کے تفرقہ اور اختلاف کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عبادت میں بہت سی شخصی اور قومی برکتیں رکھی تھیں مگر افسوس کہ مسلمانوں نے انہیں بھلا دیا قرآن کریم نے جہاں بھی نماز کا حکم دیا نماز باجماعت کا حکم دیا ہے خالی نماز پڑھنے کا کہیں بھی حکم نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز باجماعت اہم اصول دین میں سے ہے بلکہ قرآن کریم کی آیات کو دیکھ کر کہ جب بھی نماز کا حکم بیان ہوا ہے نماز باجماعت کے الفاظ میں ہوا ہے تو صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآن کریم کے نزدیک نماز صرف تبھی ادا ہوتی ہے کہ باجماعت ادا کی جائے سوائے اسکے کہ ناقابل علاج مجبوری ہو۔ پس جو کوئی شخص بیماری یا شہر سے باہر ہونے یا نسیان یا دوسرے مسلمان کے موجود نہ ہونے کے عذر کے سوا نماز باجماعت کو ترک کرتا ہے خواہ وہ گھر پر نماز پڑھ بھی لے تو اس کی نماز نہ ہوگی اور وہ نماز کا تارک سمجھا جائے گا۔

قرآن کریم میں نماز پڑھنے کا جہاں بھی حکم آیا ہے اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ کے الفاظ سے آیا ہے کبھی بھی خالی صَلُّوۡا کے الفاظ استعمال نہیں ہوئے یہ امر اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اصل حکم یہ ہے کہ فرض نماز کو باجماعت ادا کیا جائے اور بغیر جماعت کے نماز صرف مجبوری کے ماتحت جائز ہے جیسے کوئی کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو اُسے بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہے پس جس طرح کوئی کھڑا ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت رکھتا ہو لیکن بیٹھ کر پڑھے تو یقینا وہ گنہگار ہوگا اسی طرح جسے باجماعت نماز کا موقع مل سکے مگر وہ باجماعت نماز ادا نہ کرے تو وہ بھی گنہگار ہوگا۔

آج کل بہت سے لوگ ایسے ملتے ہیں جو باجماعت نمازوں کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں اور باتوں میں مشغول رہتے ہیں یہاں تک کہ نماز ہو چکتی ہے اور پھر افسوس کرتے ہیں کہ نماز چلی گئی۔ ان کو بہت احتیاط سے کام لینا چاہئے کیونکہ وہ معمولی غفلت سے بہت بڑے ثواب سے محروم رہ جاتے ہیں۔

(تفسیر کبیر، جلد اوّل، صفحہ 105، مطبوعہ قادیان 2010ء)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نماز باجماعت کی فضیلت

۞ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم تکبیر اقامت سنو تو نماز کیلئے (اس طرح) آؤ کہ اطمینان اور وقار کو اپنا شیوہ بناؤ اور تم جلدی نہ کیا کرو۔ جو رکعت تم پا لو وہ پڑھ لو اور جو تم سے رہ جائے اسے پورا کرلو۔ (بخاری، کتاب الاذان، باب لا یسعیٰ الی الصلوٰۃ)

۞ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میرے دل میں آیا کہ مَیں کہوں: لکڑیاں اکٹھی کی جائیں اور کہوں کہ اذان دی جائے۔ پھر کسی آدمی سے کہوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور وہیں ان کو چھوڑ کر ان آدمیوں کے پاس جاؤں جو نہیں آئے۔ ان کے گھروں کو مع ان کے جلادوں اور قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر ان میں سے کسی کو علم ہوتا کہ اسے گوشت کی ایک موٹی ہڈی یا دو اچھے پائے ملیں گے تو وہ (اس کیلئے) عشاء کی نماز میں ضرور موجود ہوتا۔

(بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب صلاۃ الجماعۃ)

۞ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: باجماعت نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجے بڑھ کر ہوتی ہے۔

(بخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلوۃ الجماعۃ، مطبوعہ 2003 قادیان)

......☆......☆......☆......

اس شمارہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)

خطبہ جمعہ فرمودہ 17 جولائی 2020ء (مکمل متن)

اختتامی خطاب حضور انور جلسہ سالانہ قادیان 2008

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (از نبیوں کا سردار)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرۃ المہدی)

مستورات سے خطاب حضور انور جلسہ سالانہ برطانیہ 2003

خطبہ جمعہ بطرز سوال جواب | جنازہ حاضر وغائب

وصایا | خلاصہ خطبہ جمعہ

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر، نگران بدر بورڈ قادیان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرٌّ مَا فِی الْعَالَمِ ✡ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَۃُ الصُّلَحَاءِ

لالہ مُرلیدھر صاحب رُکن آریہ سماج ہوشیار پور کو ایک سو روپے کا انعامی چیلنج وصال الٰہی اور روحانی لذّات کا ذکر قرآن میں زیادہ ہے یا وید میں؟

قادیان کے ہندوؤں نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے نشان دیکھنے کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو الہاماً بتایا کہ آپؑ کی عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی یعنی مخالفین جو کہ نشان دیکھنا چاہتے ہیں وہ نشان ہوشیار پور میں آپؑ کو عطا ہوگا۔ چنانچہ 22 جنوری 1886 کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہوشیار پور کیلئے روانہ ہوئے۔ چالیس روز تک آپؑ وہاں بالکل تنہائی میں خدا تعالیٰ کی عبادات میں مصروف رہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو ایک عظیم الشان مصلح کے عطا ہونیکی بشارت دی۔ آپؑ نے 20 فروری 1886 کو پیشگوئی مصلح موعود شائع فرمائی۔ آپؑ ابھی ہوشیار پور میں ہی مقیم تھے کہ لالہ مُرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر و رُکن آریہ سماج ہوشیار پور نے خود حاضر ہوکر درخواست کی کہ مَیں تعلیمِ اسلام پر کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بسر و چشم انکی درخواست قبول فرمائی لیکن فرمایا کہ ہر دو فریق کی طرف سے سوالات پیش ہوں تا کوئی شخص جو اُن سوالات و جوابات کو پڑھے اُسکو دونوں مذہبوں کے جانچنے اور پرکھنے کیلئے موقعہ مل سکے۔ چنانچہ بتراضی فریقین اسی التزام کیساتھ 11 اور 14 مارچ 1886 دو دن مباحثہ کیلئے قرار پایا اور طے پایا کہ جواب الجواب کے جواب تک بحث ختم ہو اُس سے پہلے نہ ہو۔

11 مارچ 1886 کو بوقت شب جو جلسہ ہوا اس میں جب، جوابُ الجواب کے جواب کا وقت آیا تو ماسٹر صاحب نے رات بڑی چلے جانے کا عُذر پیش کیا۔ ہر چند حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور اکثر حاضرین نے سمجھایا کہ ماسٹر صاحب رات ابھی کچھ زیادہ نہیں چلی گئی اور یہ کہ اسکا اثر سب پر یکساں ہے مگر ماسٹر صاحب تھے کہ ان پر کسی کی بات کا کچھ اثر ہی نہ ہوتا تھا۔ آخر تمام حاضرین کے سامنے یہ بات رکھی گئی کہ یہ جواب ضرور تحریر ہونا چاہئے۔ اگر ماسٹر مُرلیدھر اِسوقت اِسکو ٹالنا چاہتے ہیں تو بالضرور اپنے طور پر رسالہ کیساتھ یہ جواب شامل کیا جائیگا۔ مُرلیدھر صاحب نے طوعاً و کرہاً تسلیم کیا کہ ٹھیک ہے اپنے طور پر جواب رسالہ میں شامل کرلیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

”پر اسی جلسہ میں وہ تحریر ہوکر پیش ہونا اُن کو بہت ناگوارا معلوم ہوا جس کی وجہ سے وہ بلا توقف اُٹھ کر چلے گئے۔ **بات یہ تھی کہ ماسٹر صاحب کو یہ فکر پڑی کہ اگر اسی وقت جواب الجواب کا جواب پیش ہوا تو خدا جانے مجھے کیا کیا ندامتیں اُٹھانی پڑیں گی۔**“ (سرمہ چشم آریہ رُوحانی خزائن جلد 2 صفحہ 54)

حاشیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں : ”میاں شتروگھن☆ صاحب نے کئی بار ماسٹر صاحب کی خدمت میں التجا کی کہ آپ جواب الجواب کا جواب لکھنے دیں ہم لوگ بخوشی بیٹھیں گے۔ ہمیں کسی نوع سے تکلیف نہیں بلکہ ہمیں جواب سُننے کا شوق ہے ایسا ہی کئی ہندو صاحبوں نے یہ منشا ظاہر کیا مگر ماسٹر صاحب نے کچھ ایسی مصلحت سوچی کہ کسی کی بات کو نہ مانا اور اُٹھ کر چلے گئے۔“ (ایضاً صفحہ 55 حاشیہ)

دوسرے جلسے کا حال بھی کچھ ویسا ہی ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبانی سنئے آپؑ فرماتے ہیں :

دوسرا جلسہ جو چودھویں مارچ 86ء میں دن کے وقت شیخ مہر علی صاحب رئیس اعظم ہوشیار پور کے مکان پر ہوا......اوّل حسب قرارداد اِس عاجز کی طرف سے ایک تحریری اعتراض پیش ہوا جس کا مطلب یہ تھا کہ خدائے تعالیٰ کی خالقیت سے انکار کرنا اور پھر اُسی کے التزام سے جاودانی نجات سے منکر رہنا جو آریہ سماج والوں کا اُصول ہے اِس سے خدائے تعالیٰ کی توحید و رحمت دونوں دُور ہوتی ہیں۔ جب یہ اعتراض جلسہ عام میں سنایا گیا تو ماسٹر صاحب پر ایک عجیب حالت طاری ہوئی جسکی کیفیت کو ماسٹر صاحب ہی کا جی جانتا ہوگا اور نیز وہ سب لوگ جو فہیم اور زیرک حاضر جلسہ تھے معلوم کر گئے ہونگے۔ ماسٹر صاحب کو اُسوقت کچھ بھی سوجھتا نہیں تھا کہ اس کا کیا جواب دیں۔ سو ناچار حیلہ جوئی کی غرض سے گھنٹہ سوا گھنٹہ کے عرصہ تک یہی عذر پیش کرتے رہے کہ یہ سوال ایک نہیں ہے بلکہ دو ہیں تو اسکے جواب میں عرض کردیا گیا کہ حقیقت میں سوال ایک ہی ہے......غرض بعد بہت سے سمجھانے کے پھر ماسٹر صاحب کچھ سمجھے اور جواب لکھنا شروع کیا اور تین گھنٹہ تک بہت سے وقت اور غم و غصہ کے بعد ایک ٹکڑۂ سوال کا جواب قلم بند کرکے سُنایا اور دوسرے ٹکڑہ کی بابت جو مُکتی کے بارہ میں تھا یہ جواب دیا کہ اِس کا جواب ہم اپنے مکان پر جا کر لکھ کر بھیج دیں گے۔ چنانچہ اِس طرف سے ایسا جواب لینے سے انکار ہوا اور عرض کردیا گیا کہ آپ نے جو کچھ لکھنا ہے اسی جلسہ میں حاضرین کے رُوبرو تحریر کریں اگر گھر میں بیٹھ کر لکھنا تھا تو پھر اس جلسہ بحث کی ضرورت ہی کیا تھی مگر ماسٹر صاحب نے نہ مانا اور کیونکر مانتے اُنکی تو اُسوقت حالت ہی اور ہو رہی تھی۔ اب قصہ کوتاہ یہ کہ جب کسی طور سے ماسٹر صاحب نے لکھنا منظور نہ کیا تو ناچار پھر یہ کہا گیا کہ جس قدر آپ نے لکھا ہے وہی ہم کو دیں تا اُسکا ہم جواب الجواب لکھیں تو اِسکے جواب میں اُنہوں نے بیان کیا کہ اب ہماری سماج کا وقت ہے اب ہم بیٹھ نہیں سکتے ناچار جب وہ جانے کیلئے مستعد ہوئے تو اُنکو کہا گیا کہ آپ نے یہ اچھا نہیں کیا کہ جو کچھ باہم عہد ہو چکا تھا اسکو توڑ دیا نہ آپ پورا جواب لکھا اور نہ ہمیں اب جواب الجواب لکھنے دیتے ہیں۔ خیر بدرجہ ناچاری یہ جواب الجواب بھی بطورِ خود تحریر کرکے رسالہ کے ساتھ شامل کیا جائیگا۔ چنانچہ یہ بات سُنتے ہی ماسٹر صاحب معہ اپنے رفیقوں کے اُٹھ کر چلے گئے اور حاضرین جلسہ......بخوبی معلوم کر گئے کہ ماسٹر صاحب کی یہ تمام کارروائی گریز اور کنارہ کشی کیلئے ایک بہانہ تھی۔ (ایضاً صفحہ 54)

کتاب دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فصیح و بلیغ اور انتہائی مدلل و جامع تقریر کے سامنے لالہ صاحب کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہر تقریر کے مقابلہ میں بمشکل دو چار لائن بے اصل اور لایعنی قسم کے اعتراضات پیش کر کے لالہ صاحب اپنی جان چھڑاتے۔ لگتا ہے لالہ صاحب یہ سوچ کر آئے تھے کہ صرف اعتراض کر کے مد مقابل کا منہ بند کردینگے۔ ایسا ہی ایک اعتراض لالہ مُرلیدھر صاحب نے یہ کیا کہ :

”مرزا صاحب اپنا اعتقاد یاد کریں کہ انہوں نے مانا ہوا ہے کہ انسان بعد مرنے کے نجات پا کر ایک مکان بہشت میں رہیگا جہاں عمدہ باغ خدا نے لگایا ہوا ہے اچھی اچھی عورتیں یا حوریں موجود ہیں نہریں شراب وغیرہ کی جاری ہیں غرض نجات کی حالت میں بھی دُنیاوی سامان موجود ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں بلکہ واں وہ باتیں بھی موجود ہوں گی جو یہاں ممنوع ہیں مثلاً شراب اور بہت سی عورتیں۔“ (ایضاً صفحہ 150)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے جواب میں لکھا :

آپکا یہ اعتراض کہ مسلمانوں کی بہشت میں دُنیوی نعمتیں بھی موجود ہوں گی تو یہ کچھ اعتراض کی بات نہیں بلکہ اس سے تو آپکو اور آپکے پرمیشر کو بہت شرمندہ ہونا چاہئے کیونکہ مسلمانوں کے خداوند قادر اور غنی مطلق نے تو دائمی اور جاودانی طور پر سب کچھ اپنے بے انتہا خزانوں سے عالم آخرت میں قرآن شریف پر ایمان لانے والوں کو عطا کیا ہے اور روحانی اور جسمانی دونوں طور کی نعمتیں مرحمت فرمائیں کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کے سچے پرستار اس دنیا میں صرف روح ہی سے اس کی بندگی اور اطاعت نہیں کرتے بلکہ روح اور جسم دونوں سے کرتے ہیں اور خلقت انسانی کا کمال صرف روح ہی سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ روح اور جسم دونوں کے امتزاج و اختلاط سے پیدا ہوتا ہے سو اس نے فرمانبرداروں کو سعادت تامہ تک پہنچانے کے لئے اور ان کو پورا پورا اجر دینے کے لئے نجات جاودانی کی لذات کو دو قسم پر مشتمل کیا۔ اپنے محبوبانہ دیدار کی لذتیں بھی دیں اور اپنی دوسری نعمتیں بھی بارش کی طرح ان پر برسائیں۔ غرض وہ کام کر دکھلایا جو اس قادر عظیم الشان کی قدرتوں اور عظمتوں اور بے انتہا رحمتوں کے لائق ہے لیکن آپ کا پرمیشر تو مفلس اور دیوالیہ ہی نکلا اور اپنی عاجزی اور درویشی اور مفلسی اور ناطاقتی اور بے اختیاری کے باعث سے آپ لوگوں کو کسی ٹھکانہ نہ لگا سکا اور نہ کوئی مستقل خوشی پہنچا سکا۔ غرض کچھ بھی نہ کر سکا نہ روحانی نعمتیں ہمیشہ کے لئے دے سکا نہ جسمانی ......کیا ایسے بخیل اور ناطاقت اور بے سمجھ پرمیشر سے محبتیں بڑھ سکتی ہیں اور صفائی کامل سے کوئی دل رجوع ہوسکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ اسکی قدرت اور سخاوت اور قدر شناسی کی حقیقت کھلنے سے جپ تپ کرنے والوں کی روحیں بہت ہی افسوس ناک اور نادم ہوں گی کہ اگر یہی پرمیشر اور یہی اس کی مکتی تھی تو ہم خواہ مخواہ کی ٹکریں کیوں ماریں اور مکتی خانہ سے نکالے جانے کے وقت ضرور مضمون اس شعر کا رو رو کر پڑھتے ہوں گے۔

اب تو کچھ سمجھ کے جان تجھ پہ کریں گے قربان ☆ ہم تو اس روز کو پچھتاتے ہیں جب دل ہی دیا

......بھلا جب ایک گناہ کے لئے ایک لاکھ اور کئی ہزار جون کی سزا ٹھہری اور ایک طرفۃ العین یعنے ایک پلکارہ بھی خدائے تعالیٰ سے غافل ہونا گناہ ٹھہرا تو پھر مکتی پانے کی کون سی راہ باقی رہی۔ سو اگر آپ لوگ حقیقت حال کو سوچیں تو اپنی نو امیدی کی حالت کو دیکھ کر ماتم کریں اور سوگ میں بیٹھیں کیونکہ پرمیشر نے تو ایک طرح سے مکتی دینے سے آپ لوگوں کو جواب دے دیا ہے کیونکہ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔ (ایضاً صفحہ 151)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لالہ مُرلیدھر صاحب کو ایک سو روپے کا انعامی چیلنج دیتے ہوئے فرمایا :

”اور اگر ماسٹر صاحب کا اعتراض سے یہ مطلب ہے کہ اسلامی بہشت میں صرف دُنیوی نعمتوں کا ذکر ہے وصال الٰہی اور روحانی لذّات کا کہیں ذکر نہیں تو ہم اس جھگڑے کے فیصلہ کرنے کیلئے یہ عمدہ طریق سمجھتے ہیں کہ ماسٹر صاحب کسی اخبار کے ذریعہ سے پختہ طور پر ہم کو یہ اطلاع دیں کہ ہاں میری یہی رائے ہے کہ قرآن شریف میں وصالِ الٰہی اور لذّاتِ روحانی کا کہیں ذکر نہیں مگر وید میں ایسا بہت کچھ ذکر ہے تو اس صورت میں ہم وعدہ کرتے ہیں کہ صرف تین یا چار ہفتہ تک ایک مستقل رسالہ اسی بارہ میں بغرض مقابلہ وید و قرآن طیار کرکے جہاں تک ہو سکے بہت جلد چھپوا دینگے اور سو روپیہ بطور انعام ایک نامی اور فاضل برہمو صاحب کے پاس جو آریوں کے بھائی بند ہے امانت رکھ دیں گے پھر اگر ماسٹر صاحب بپابندی اپنے چاروں ویدوں کی سنگتا کے جن کو وہ الہامی سمجھتے ہیں روحانی لذات اور وصال ربانی کے بارے میں جو نجات یابوں کو حاصل ہوگا، قرآن شریف کا مقابلہ کر کے دکھلاویں اور وہ برہمو صاحب اس کی تائید اور تصدیق کریں تو وہ سو روپیہ ماسٹر صاحب کا ہوگا ورنہ بجائے اس سو روپیہ کے ہم ماسٹر صاحب سے کچھ نہیں مانگتے صرف یہی شرط کرتے ہیں کہ مغلوب ہونے کی حالت میں ایسے وید سے جو بار بار انہیں ندامت دلاتا ہے دست بردار ہوکر اسلام کی سچی راہ کو اختیار کرلیں۔ (یار غالب شو کہ تا غالب شوی) اور اگر ماسٹر صاحب اس رسالہ کی اشاعت کے بعد ایک ماہ تک خاموش رہے اور ایسا مضمون کسی اخبار میں اور نہ اپنے کسی رسالہ میں شائع کیا تو اَے ناظرین آپ لوگ سمجھ جائیں کہ وہ بھاگ گئے۔“ (ایضاً صفحہ 155)

آئندہ انشاء اللہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور انعامی چیلنج پیش کرینگے۔ (منصور احمد مسرور)

☆ میاں شتروگھن صاحب پسر کلاں راجہ رُودر سین صاحب والی ریاست سوکیت (اس وقت یہ جگہ صوبہ ہماچل پردیس ضلع منڈی میں ہے۔ ناقل) جو اُن دنوں ہوشیار پور وارد ہوئے تھے اور جلسہ میں حاضر تھے۔

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ستر ہزار فرشتے سعد بن معاذؓ کے جنازے پر حاضر ہیں جو آج سے قبل کبھی زمین پر نہیں اترے

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت بدری صحابہ اوس قبیلہ کے رئیس اعظم حضرت سَعد بن مُعاذ رضی اللہ عنہ جو اخلاص میں، قربانی میں، خدمت اسلام میں عشقِ رسول میں یہ شخص ایسا بلند مرتبہ رکھتا تھا جو کم ہی لوگوں کو حاصل ہوا کرتا ہے اور اس کی ہر حرکت وسکون سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اسلام اور بانیٔ اسلام کی محبت اس کی روح کی غذا ہے اور بوجہ اس کے کہ وہ اپنے قبیلہ کا رئیس تھا اس کا نمونہ انصار میں ایک نہایت گہرا عملی اثر رکھتا تھا اور ابتدائے اسلام میں ایمان لانے والے، مکّی دور میں تکالیف برداشت کرنے والے، نبی اکرم ﷺ کی پہرے داری کا شرف پانے والے دین اسلام اور خلافت کی غیرت رکھنے والے، بہادر شہ سوار، مستجاب الدعوات حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

دومرحومین مکرم ماسٹر عبدالسمیع خان صاحب کا ٹھگڑھی آف ربوہ اور محترم سید مجیب اللہ صادق صاحب آف لندن کا ذکرِ خیر اور ان کے ساتھ سلسلہ کے دیرینہ خادم، اسیرِ راہ مولیٰ مکرم رانا نعیم الدین صاحب کی نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 17؍جولائی 2020ء بمطابق 17؍وفا 1399 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ- الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ- مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ-

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ- اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ-

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ-

گزشتہ خطبے میں حضرت سعد بن مُعاذؓ کا ذکر ہو رہا تھا۔ غزوہ احزاب اور حضرت سعد بن مُعاذؓ کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں لکھا ہے کہ

’’اس لڑائی میں مسلمانوں کا جانی نقصان زیادہ نہیں ہوا۔ یعنی صرف پانچ چھ آدمی شہید ہوئے مگر قبیلہ اوس کے رئیس اعظم سعد بن مُعاذؓ کو ایسا کاری زخم آیا کہ وہ بالآخر اس سے جانبر نہ ہو سکے اور یہ نقصان مسلمانوں کیلئے ایک ناقابل تلافی نقصان تھا۔ کفار کے لشکر میں سے صرف تین آدمی قتل ہوئے لیکن اس جنگ میں قریش کو کچھ ایسا دھکا لگا کہ اس کے بعد ان کو پھر کبھی مسلمانوں کے خلاف اس طرح جتھہ بنا کر نکلنے یا مدینہ پر حملہ آور ہونے کی ہمت نہیں ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی لفظ بلفظ پوری ہوئی۔‘‘

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے، صفحہ 595)

جیسا کہ پچھلے خطبے میں ذکر ہو چکا ہے کہ آپؐ نے فرمایا تھا: آئندہ سے کفار کو ہمت نہیں ہوگی کہ ہم پر حملہ کریں۔ حضرت سعد بن مُعاذؓ کو غزوۂ خندق کے موقعے پر کلائی میں زخم آیا جس سے آپؓ کی شہادت ہوئی۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں غزوۂ خندق کے روز نکلی اور لوگوں کے قدموں کے نشان پر چل رہی تھی کہ مَیں نے پیچھے سے آہٹ سنی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضرت سعد بن مُعاذؓ اپنے بھتیجے حارث بن اوس کے ہمراہ ڈھال لیے ہوئے تھے۔ مَیں زمین پر بیٹھ گئی۔ حضرت سعد بن مُعاذؓ میرے پاس سے رجزیہ شعر پڑھتے ہوئے گزرے کہ

لَبِّثْ قَلِيْلًا يُدْرِكُ الْهَيْجَا حَمَلْ مَا أَحْسَنَ الْمَوْتَ إِذَا حَانَ الْأَجَلْ!

کہ کچھ دیر انتظار کرو یہاں تک کہ حَمَلْ جنگ کے لیے حاضر ہو جائے۔ موت کیا ہی اچھی ہوتی ہے جب مقررہ میعاد کا وقت آ گیا ہو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت سعد بن مُعاذؓ کے بدن پر ایک زرہ تھی جس سے آپ کی دونوں اطراف باہر تھیں۔ یعنی جسم بھاری ہونے کی وجہ سے، چوڑا ہونے کی وجہ سے اس سے باہر نکل رہا تھا۔ کہتی ہیں کہ مجھے اس بات پر حضرت سعدؓ کی دونوں اطراف کے زخمی ہونے کا اندیشہ ہوا کہ زرہ سے باہر ہیں۔ حضرت سعد طویل القامت اور عظیم الجثہ لوگوں میں سے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث، صفحہ 322 ’’سَعْد بِنْ مُعاذ‘‘، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت سعد بن مُعاذؓ کو ابن عَرِقَہ نے زخمی کیا تھا۔ ابن عرقہ کا نام حَبَّانُ بن عَبدِ مُنَاف تھا۔ قبیلہ بنو عامر بن لُؤَیّ سے تعلق رکھتا تھا۔ عَرِقَہ اسکی والدہ کا نام تھا۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد 3 صفحہ 71 زیر لفظ ’’سَعْد بِنْ مُعاذ‘‘، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2005ء)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن مُعاذؓ کے بازو کی رَگ میں تیر لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے تیر کے پھل کو نکال کر پھل سے اس کو پھر بعد میں کاٹ کر داغ دیا، اس زخم کو کاٹ کر داغ دیا پھر وہ سوج گیا۔ آپؐ نے اسکو دوبارہ کاٹ کر دوبارہ داغ دیا۔ جو زخم لگا تھا تیر کے پھل سے ہی اسکو کاٹا اور پھر داغ دیا۔

(صحیح مسلم کتاب السلام باب لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ وَاسْتِحْبَابِ التَّدَاوِي حدیث 2208)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مشرکین میں سے ایک شخص ابن عرقہ حضرت سعد بن مُعاذؓ کو تیر مار رہا تھا۔ اس نے ایک تیر مارتے ہوئے کہا: یہ لو مَیں ابن عرقہ ہوں۔ وہ تیر حضرت سعدؓ کے بازو کی رگ میں لگا۔ زخمی ہونے پر حضرت سعدؓ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ تو بنو قریظہ سے میری تسلی نہ کرا دے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 322 زیر لفظ ’’سَعْد بِنْ مُعاذ‘‘، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ خندق کے روز حضرت سعدؓ کو زخم آیا۔ قریش کے ایک شخص حَبَّان بن عَرِقَہ نے آپؓ کی کلائی پر تیر مارا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ان کیلئے ایک خیمہ نصب کیا تا کہ قریب رہ کر ان کی عیادت کر سکیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 325 ’’سَعْد بِنْ مُعاذ‘‘، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت سعدؓ کا زخم خشک ہو کر اچھا ہونے لگا تو انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! تُو جانتا ہے کہ مجھے تیری راہ میں اس قوم کے خلاف جہاد کرنے سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ محبوب نہیں جس نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور اسے نکال دیا۔ اے اللہ! میں خیال کرتا ہوں کہ تو نے ہمارے اور ان کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اگر قریش کی جنگ میں سے کچھ باقی ہے تو مجھے ان کے مقابلے کے لیے زندہ رکھ۔ اگر ابھی مزید کچھ جنگیں ہونی ہیں تو پھر مجھے اس وقت تک زندہ رکھ تا کہ میں تیری راہ میں ان سے جہاد کر سکوں اور اگر تُو نے ہمارے اور ان کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے جس طرح کہ میری سوچ ہے تو پھر میری رَگ کھول دے اور اس زخم کو میری شہادت کا ذریعہ بنا دے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ زخم اسی رات پھٹ گیا اور اس میں سے خون بہ نکلا۔ مسجد نبویؐ میں بنو غفار کے لوگ خیمہ زن تھے۔ خون بہ کر جب ان کے پاس پہنچا تو وہ خوفزدہ ہو گئے۔ لوگوں نے کہا اے خیمے والو! یہ خون کیسا ہے جو تمہاری طرف سے ہمارے پاس آ رہا ہے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت سعدؓ کے زخم سے خون بہ رہا تھا اور اسی سے ان کی وفات ہو گئی۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن مُعاذؓ کا خون بہنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر ان کی طرف گئے اور انہیں اپنے ساتھ چمٹایا۔ خون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ اور داڑھی پر لگ رہا تھا۔ جس قدر کوئی شخص آپ کو خون سے بچانا چاہتا تھا یعنی جس طرح وہ بہ رہا تھا لوگوں کی کوشش تھی کہ آپؐ کو خون نہ لگے، اس سے زیادہ آپؐ حضرت سعدؓ کے قریب ہو جاتے تھے یہاں تک کہ حضرت سعدؓ وفات پا گئے۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ جب حضرت سعد بن مُعاذؓ کا زخم پھٹ گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپؐ ان کے پاس تشریف لائے، ان کا سر اپنی گود میں رکھا اور انہیں سفید چادر سے ڈھانپ دیا گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ! سعدؓ نے تیری راہ میں جہاد کیا اور تیرے رسول کی تصدیق کی اور جو اس کے ذمے تھا اسے ادا کر دیا پس تُو اس کی روح کو اس خیر کے ساتھ قبول فرما جس کے ساتھ تُو کسی روح کو قبول کرتا ہے۔ جب حضرت سعدؓ نے، کچھ تھوڑی سی ہوش تھی، اس وقت قریب المرگ تھے، حضرت سعدؓ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات سنے تو انہوں نے اپنی آنکھیں کھولیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ جب سعدؓ کے گھر والوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کا سر اپنی گود میں رکھا ہوا ہے تو وہ ڈر گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا گیا کہ سعدؓ کے گھر والے آپؐ کی گود میں اس کا سر دیکھ کر ڈر گئے تھے تو آپؐ نے یہ دعا دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَیں اللہ سے اس بات کا طالب ہوں کہ جس قدر تم لوگ اس وقت گھر میں موجود ہو اتنی ہی زیادہ تعداد میں فرشتے حضرت سعدؓ کی وفات کے وقت حاضر ہوں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 325-326 ’’سَعْد بِنْ مُعاذ‘‘، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باریک ریشمی کپڑے کا ایک چوغہ تحفہ دیا گیا۔ آپ ریشمی کپڑا پہننے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ وہ کپڑا دیکھ کر لوگوں کو تعجب ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے سعد بن مُعاذؓ کے رومال جنت میں اس سے زیادہ خوبصورت ہوں گے۔ یہ بخاری کی حدیث ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الھدیہ بَابُ قَبُولِ الْهَدِيَّةِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ حدیث 2615)

انہوں نے ہاتھ میں کپڑا دیکھا۔ ان کا خیال تھا شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو استعمال کریں گے کیونکہ آپ تو منع فرمایا کرتے تھے لیکن بہرحال آپؐ نے اس کو دیکھ کے یہ مثال دی کہ تم اس پر حیران ہو رہے ہو بلکہ حیرت کا اظہار کیا۔ اصل میں تو دوسری حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ لوگوں نے حیرت کا اظہار کیا جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے۔ اس کی روایت اس طرح ہے کہ حضرت براءؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ریشمی چوغہ تحفۃً پیش کیا گیا جسے آپؐ کے صحابہؓ چھونے لگے اور اس کی نرمی پر تعجب کا اظہار کرنے لگے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کیا تم اس کی نرمی پر تعجب کرتے ہو! یقیناً جنت میں سعد بن مُعاذؓ کے رومال اس سے زیادہ بہتر اور زیادہ نرم ہیں۔

(صحیح مسلم کتاب فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ بَابُ مِنْ فَضَائِلِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذ 2468)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرماتے تھے سعد بن مُعاذؓ کی وفات پر عرش کانپ گیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح بخاری كِتَاب مَنَاقِبِ الْأَنْصَارِ بَابُ مَنَاقِبِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذ حدیث 3803)

اور مسلم میں اس طرح ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ حضرت سعدؓ کا جنازہ رکھا ہوا تھا فرمایا کہ اس کی وجہ سے رحمان کا عرش لرز اُٹھا۔

(صحیح مسلم، کتاب فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ بَابُ مِنْ فَضَائِلِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذ حدیث نمبر 2467)

ان باتوں کی تفصیل اور تھوڑی سی وضاحت حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں فرمائی ہے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ ”حضرت سعد بن مُعاذؓ رئیس قبیلہ اوس کی کلائی میں جو زخم غزوۂ خندق کے موقعہ پر آیا تھا وہ باوجود بہت علاج معالجہ کے اچھا ہونے میں نہیں آتا تھا اور مندمل ہو ہو کر پھر کھل کھل جاتا تھا۔ چونکہ وہ ایک بہت مخلص صحابی تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تیمارداری کا خاص خیال تھا۔ اس لیے آپؐ نے غزوۂ خندق کی واپسی پر ان کے متعلق ہدایت فرمائی تھی کہ انہیں مسجد کے صحن میں ایک خیمہ میں رکھا جائے تا آپؐ آسانی کے ساتھ ان کی تیمارداری فرما سکیں۔ چنانچہ انہیں ایک مسلمان عورت رَفِیْدَہ نامی کے خیمہ میں رکھا گیا جو بیماروں کی تیمارداری اور نرسنگ میں مہارت رکھتی تھی“ یعنی وہ ایسا خیمہ تھا جہاں مریض رکھے جاتے تھے ”اور عموماً مسجد کے صحن میں خیمہ لگا کر مسلمان زخمیوں کا علاج کیا کرتی تھی۔ مگر باوجود اس غیر معمولی توجہ کے سعدؓ کی حالت روبہ اصلاح نہ ہوئی اور اسی دوران میں بنو قریظہ کا واقعہ پیش آ گیا جس کی وجہ سے سعدؓ کو غیر معمولی مشقت اور کوفت برداشت کرنی پڑی اور ان کی کمزوری بہت بڑھ گئی۔ انہی ایام میں ایک رات سعدؓ نے نہایت گریہ وزاری سے یہ دعا کی کہ اے میرے مولا! تُو جانتا ہے کہ میرے دل میں یہ خواہش کس طرح بھری ہوئی ہے کہ میں اس قوم کے مقابل میں تیرے دین کی حفاظت کے لیے جہاد کروں جس نے تیرے رسولؐ کی تکذیب کی اور اسے اس کے وطن سے نکال دیا۔ اے میرے آقا! میرے خیال میں اب ہمارے اور قریش کے درمیان لڑائی کا خاتمہ ہو چکا ہے لیکن اگر تیرے علم میں کوئی جنگ ابھی باقی ہے تو مجھے اتنی مہلت دے کہ میں تیرے رستے میں ان کے ساتھ جہاد کروں لیکن اگر ان کے ساتھ ہماری جنگ ختم ہو چکی ہے تو مجھے اب زندگی کی تمنا نہیں ہے۔ مجھے اس شہادت کی موت مرنے دے۔ لکھا ہے کہ اسی رات سعدؓ کا زخم کھل گیا اور اس قدر خون بہا کہ خیمے سے باہر نکل آیا اور لوگ گھبرا کر خیمہ کے اندر گئے تو سعدؓ کی حالت دگرگوں تھی۔ آخر اسی حالت میں سعدؓ نے جان دے دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سعدؓ کی وفات کا سخت صدمہ ہوا اور واقعی اس وقت کے حالات کے ماتحت سعدؓ کی وفات مسلمانوں کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان تھی۔ سعدؓ کو انصار میں قریباً قریباً وہی حیثیت حاصل تھی جو مہاجرین میں ابوبکر صدیقؓ کو حاصل تھی۔ اخلاص میں، قربانی میں، خدمت اسلام میں، عشقِ رسول میں یہ شخص ایسا بلند مرتبہ رکھتا تھا جو کم ہی لوگوں کو حاصل ہوا کرتا ہے اور اس کی ہر حرکت وسکون سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اسلام اور بانیٔ اسلام کی محبت اس کی روح کی غذا ہے اور بوجہ اس کے کہ وہ اپنے قبیلہ کا رئیس تھا اس کا نمونہ انصار میں ایک نہایت گہرا عملی اثر رکھتا تھا۔ ایسے قابل روحانی فرزند کی وفات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صدمہ ایک فطری امر تھا مگر آپؐ نے کامل صبر سے کام لیا اور خدائی مشیت کے سامنے تسلیم ورضا کا سر جھکا دیا۔

جب سعدؓ کا جنازہ اٹھا تو سعدؓ کی بوڑھی والدہ نے بتقاضائے محبت کسی قدر بلند آواز سے ان کا نوحہ کیا اور اس نوحہ میں زمانہ کے دستور کے مطابق سعدؓ کی بعض خوبیاں بیان کیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوحہ کی آواز سنی تو گو آپؐ نے اصولاً نوحہ کرنے کو پسند نہیں کیا مگر فرمایا کہ نوحہ کرنے والیاں بہت جھوٹ بولا کرتی ہیں لیکن اس وقت سعدؓ کی ماں نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ کہا ہے۔ یعنی جو خوبیاں سعدؓ میں بیان کی گئی ہیں وہ سب درست ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور دفنانے کے لیے خود ساتھ تشریف لے گئے اور قبر کی تیاری تک وہیں ٹھہرے رہے اور آخر وہاں سے دعا کرنے کے بعد تشریف لائے۔

غالباً اسی دوران میں کسی موقعہ پر آپؐ نے فرمایا کہ اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدٍ یعنی سعدؓ کی موت پر خدائے رحمان کا عرش جھومنے لگ گیا ہے۔“ باقیوں نے (ترجمہ) کیا ہے کہ لرز اٹھا ہے یا کانپ اٹھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جھومنے لگ گیا ”یعنی عالَمِ آخرت میں خدا کی رحمت نے خوشی کے ساتھ سعدؓ کی روح کا استقبال کیا۔“ عرش کے جھومنے سے یہ مراد ہے۔ ”ایک عرصہ کے بعد جب آپؐ کو کسی جگہ سے کچھ ریشمی پارچات ہدیۃً آئے تو بعض صحابہ نے انہیں دیکھ کر ان کی نرمی اور ملائمت کا بڑے تعجب کے ساتھ ذکر کیا اور اسے ایک غیر معمولی چیز جانا۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم اس کی نرمی پر تعجب کرتے ہو؟ خدا کی قسم جنت میں سعدؓ کی چادریں ان سے بہت زیادہ نرم اور بہت زیادہ اچھی ہیں۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے، صفحہ 613-614)

بخاری اور مسلم کی آدھی احادیث میں جو پہلے ذکر ہوئی ہیں وہاں رومال کا ذکر ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یہاں اس کا ترجمہ چادریں کیا ہے۔ بہرحال عربی کا جو لفظ استعمال ہوا ہے اس کے لحاظ سے کپڑے کو بھی کہتے ہیں۔

حضرت سعدؓ کی والدہ آپ کے غم میں روتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہی تھیں۔

وَيْلُ أُمِّ سَعْدٍ سَعْدَا | بَرَاعَةً وَ نَجْدَا

بَعْدَ أَيَادٍ يَا لَهُ وَ مَجْدَا | مُقَدَّمًا سَدَّ بِهِ مَسَدَّا

ام سعد کو سعد کی جدائی پر افسوس ہے جو ذہانت اور شجاعت کا پیکر تھا۔ جو بہادری اور شرافت کا مجسمہ تھا۔ اس محسن کی بزرگی کے کیا کہنے جو سب خلا پُر کرنے والا سردار تھا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ الْبَوَاكِيْ يَكْذِبْنَ إِلَّا أُمَّ سَعْدٍ

کہ کسی کے مرنے پر ہر رونے والی جھوٹ بولتی ہے۔ غیر ضروری مبالغے سے کام لیتی ہے سوائے سعد کی والدہ کے۔ طبقات الکبریٰ کا یہ حوالہ ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 328 ”سَعْد بن مُعاذ“، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت سعدؓ بھاری بھرکم آدمی تھے جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقین کہنے لگے کہ ہم نے کسی آدمی کا جنازہ اس قدر ہلکا نہیں دیکھا جتنا حضرت سعدؓ کا تھا اور یہ کہتے جاتے تھے کہ ایسا ان کے بنو قریظہ کے متعلق فیصلے کی وجہ سے ہوا ہے یعنی اس کو منفی رنگ دینا چاہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کے بارے میں آگاہ کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! سعدؓ کا جنازہ جو تمہیں ہلکا لگا تو وہ اس لیے کہ سعدؓ کا جنازہ ملائکہ اٹھائے ہوئے ہیں۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ستر ہزار فرشتے سعد بن مُعاذؓ کے جنازے پر حاضر ہیں جو آج سے قبل کبھی زمین پر نہیں اترے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 328 ”سَعْد بن مُعاذ“، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الثانی صفحہ 464 ”سَعْد بن مُعاذ“ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سعد بن مُعاذؓ کے جنازے کے آگے آگے چلتے ہوئے دیکھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 329 ”سَعْد بن مُعاذ“، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے جنۃ البقیع میں حضرت سعد بن مُعاذؓ کی قبر کھودی تھی۔ جب ہم مٹی کا کوئی حصہ کھودتے تو مُشک کی خوشبو آتی یہاں تک کہ ہم لحد تک پہنچ گئے۔ جب ہم قبر کھود چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ حضرت سعدؓ کا جنازہ قبر کے پاس رکھا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اتنی کثرت سے آدمی دیکھے جنہوں نے جنۃ البقیع کو بھر دیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 329-330 ”سَعْد بن مُعاذ“، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

عبدالرحمٰن بن جابر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سعدؓ کی قبر تیار ہو چکی تو چار افراد حارث بن اوسؓ، اُسَید بن حُضَیرؓ، ابو نائلہ سِلکان بن سَلَامہؓ اور سَلَمہ بن سَلَامہ بن وَقْشؓ حضرت سعدؓ کی قبر میں اترے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعدؓ کے قدموں کی جانب کھڑے تھے۔ جب حضرت سعدؓ کو قبر میں اتار دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ آپؐ نے تین مرتبہ سبحان اللہ کہا۔ آپؐ کے ساتھ تمام صحابہؓ نے بھی تین مرتبہ سبحان اللہ کہا۔ یہاں تک کہ جنۃ البقیع گونج اٹھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ آپؐ کے ساتھ تمام صحابہؓ نے بھی اللہ اکبر کہا۔ یہاں تک کہ جنۃ البقیع اللہ اکبر سے گونج اٹھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم نے آپؐ کے چہرے کی تبدیلی دیکھی اور آپؐ نے تین مرتبہ سبحان اللہ کہا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ سعدؓ پر قبر میں تنگی ہوئی اور انہیں دبایا گیا۔ اگر اس سے کسی کو نجات ہوتی تو سعدؓ کی ضرور ہوتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے اسے کشادہ کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 330 ”سَعْد بن مُعاذ“، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

مِسْوَر بن رِفَاعَہ قُرَظِی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن مُعاذؓ کی والدہ انہیں لحد میں اتارنے کیلئے آئیں تو لوگوں نے انہیں واپس بھیج دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں چھوڑ دو۔ وہ آئیں اور قبل اس کے کہ ان کی قبر پر اینٹ اور مٹی ڈالی جاتی انہوں نے حضرت سعدؓ کو لحد میں دیکھا اور کہا مجھے یقین ہے کہ تم اللہ کے پاس ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کی قبر پر ان کی والدہ سے تعزیت کی اور ایک جانب بیٹھ گئے۔ مسلمانوں نے قبر پر مٹی ڈال کر اسے برابر کر دیا اور اس پر پانی چھڑک دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس تشریف لائے کچھ دیر وہاں ٹھہرے اور پھر دعا کی اور واپس تشریف لے گئے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے دو ساتھیوں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد مسلمانوں پر کسی کی جدائی اتنی شاق نہ تھی جتنی حضرت سعد بن مُعاذؓ کی۔ حضرت سعد بن مُعاذؓ کی عمر وفات کے وقت 37 سال تھی۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 330-331 ”سَعْد بن مُعاذ“، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن مُعاذؓ کی والدہ کو فرمایا کیا تمہارا غم ختم نہ ہوگا اور تمہارے آنسو نہیں تھمیں گے کیونکہ تمہارا بیٹا وہ پہلا شخص ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ مسکرایا اور جس کیلئے عرش لرز اٹھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 332 ”سَعْد بن مُعاذ“، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کو دفن کیا اور ان کے جنازے سے لوٹے تو آپؐ کے آنسو آپؐ کی داڑھی پر بہ رہے تھے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الثانی صفحہ 463 ”سَعْد بن مُعاذ“ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)

ایک روایت حضرت سعد کے حوالے سے ہے۔ حضرت سعدؓ نے بیان کیا کہ مَیں بے شک کمزور ہوں مگر تین باتوں میں مَیں بہت پختہ ہوں۔ جو اپنی باتیں انہوں نے بتائیں کہ میرے اندر تین باتیں کیا ہیں۔ بہت کمزور انسان ہوں لیکن یہ تین باتیں ہیں جو میرے اندر بہت پکی ہیں اور ان پر میں عمل کرتا ہوں۔ پہلی یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

جو سنا اسے حق جانا۔ کوئی کبھی ان کو انقباض نہیں ہوا۔ دوسرا یہ کہ میں نے اپنی نماز میں نماز کے علاوہ کوئی دوسرا خیال نہیں آنے دیا یہاں تک کہ نماز مکمل کرلوں۔ بڑی توجہ سے نماز پڑھتے تھے۔ تیسرا یہ کہ کوئی جنازہ حاضر نہیں ہوتا تھا مگر میں اپنے آپ کو اس کی جگہ مردہ خیال کر کے سوچتا ہوں کہ وہ کیا کہے گا اور اس سے کیا پوچھا جائے گا۔ گویا کہ وہ سوال و جواب مجھ سے ہو رہے ہیں۔ آخرت کی فکر تھی۔ (مجمع الزوائد کتاب المناقب بَابُ مَا جَاءَ فِي أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ حدیث 15689، جلد 9 صفحہ 375 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ انصار کے تین افراد ایسے تھے جو سب بنو عَبْدُ الْاَشْھَل میں سے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو ان پر فضیلت نہیں دی جاتی تھی اور وہ حضرت سعد بن مُعاذؓ، حضرت اُسَید بن حُضَیرؓ، اور حضرت عبّاد بن بِشْرؓ تھے۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد 03 صفحہ 71 ''سَعْد بِنْ مُعَاذ'' دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1995ء)

اگلے جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ۔ حضرت سعدؓ کی کنیت ابو اسحاق تھی۔ آپؓ کے والد کا نام مالک بن اُھَیب جبکہ بعض روایات میں مالک بن وُھَیب بھی بیان ہوا ہے۔ آپؓ کے والد اپنی کنیت ابو وَقّاص کی وجہ سے زیادہ مشہور ہیں اس لیے آپ کا نام سعد بن ابی وقّاصؓ بیان کیا جاتا ہے۔ آپؓ کی والدہ کا نام حَمْنَہ بنتِ سُفیان تھا۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جزء ثانی صفحہ 606-607، دار الجیل بیروت) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث صفحہ 101، سعد بن ابی وقّاص، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1990ء)

حضرت سَعد بن ابی وَقّاصؓ کا تعلق قریش کے قبیلہ بَنُو زُہرَہ سے تھا۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 123) (سیرت ابن ہشام جلد 1 صفحہ 680-681، من بنی زُہرَہ، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ، مصر۔ 1955ء)

حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی۔ ان دس صحابہ کو عشرہ مبشرہ کہتے ہیں اور حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ ان میں سب سے آخر پر فوت ہوئے۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ جزء الثانی صفحہ 324، دار الفکر بیروت لبنان، 2001ء)

یہ تمام اصحاب یعنی عشرہ مبشرہ مہاجرین میں سے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت ان سے راضی تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ اپنے ایمان لانے کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ کسی نے بھی اسلام قبول نہیں کیا مگر اس دن جس دن کہ میں نے اسلام قبول کیا اور میں سات دن تک ٹھہرا رہا اور حالت یہ تھی کہ میں مسلمانوں کا ایک تہائی تھا۔ (صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باب مناقب سعد بن ابی وقّاص حدیث نمبر 3727) (صحیح بخاری کتاب مناقب انصار باب اسلام سعد حدیث نمبر 3858)

تین آدمی تھے۔ آپ کا بیان ہے کہ میں نماز کے فرض ہونے سے پہلے مسلمان ہو چکا تھا۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جزء ثانی صفحہ 453، سعد بن مالک، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 2003ء)

حضرت سعدؓ کے اسلام لانے کا واقعہ ان کی بیٹی بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تاریکی میں ہوں اور مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اچانک میں دیکھتا ہوں کہ چاند طلوع ہوا اور میں اس کی طرف چل پڑا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مجھ سے پہلے حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ چاند کی طرف جا رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کب پہنچے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم بھی ابھی پہنچے ہیں۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر مل چکی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخفی طور پر اسلام کی طرف بلا رہے ہیں۔ چنانچہ میں شِعْبِ اَجْیَاد میں آ کر آپ کو ملا۔ اَجْیَاد مکّے میں صفا پہاڑی سے متصل ایک مقام کا نام ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائی ہیں۔ آپؐ عصر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے کہ میں پہنچ گیا اور بیعت کر کے مسلمان ہو گیا۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جزو ثانی صفحہ 455، سعد بن مالک، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 2003ء) (روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد 2 صفحہ 63-64) (فرہنگ سیرت صفحہ 30 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

حضرت سعدؓ کی بیٹی عائشہ بنت سعد روایت کرتی ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب میں مسلمان ہوا اس وقت میری عمر سترہ سال تھی۔ بعض روایات میں ایمان لانے کے وقت ان کی عمر انیس سال بھی بیان ہوئی ہے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث صفحہ 103، سعد بن ابی وقّاص، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1990ء)

اوّلین اسلام لانے والوں میں حضرت ابوبکرؓ کی تبلیغ سے پانچ ایسے اشخاص ایمان لائے جو اسلام میں جلیل القدر اور عالی مرتبہ اصحاب میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان میں تیسرے حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ تھے جو اس وقت بالکل نوجوان تھے۔ یہ سیرت خاتم النبیینؐ میں جو لکھا ہے اسی سے اخذ کیا گیا ہے یعنی اس وقت ان کی عمر انیس سال تھی۔ یہ بنو زُہرَہ میں سے تھے اور نہایت دلیر اور بہادر تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں عراق انہی کے ہاتھ پر فتح ہوا اور امیر معاویہ کے زمانہ میں فوت ہوئے تھے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے، صفحہ 122-123)

حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی روایات بیان کی ہیں۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ جزء الثانی صفحہ 324، دار الفکر بیروت لبنان، 2001ء)

حضرت سعدؓ کے بیٹے مُصْعَب بیان کرتے ہیں کہ میرے والد سعدؓ نے مجھے بیان کیا کہ میری ماں نے یعنی حضرت سعدؓ کی ماں نے قسم کھائی تھی کہ وہ ان سے کبھی بات نہیں کرے گی یہاں تک کہ وہ اپنے دین کا انکار کر دے یعنی اسلام سے پھر جائیں۔ چنانچہ نہ وہ کھاتیں اور نہ پیتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ میری ماں نے کہا تو بیان کیا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے والدین سے احسان کی تاکید کرتا ہے۔ تم کہتے ہوناں کہ تمہارا دین یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اپنے والدین سے احسان کرو۔ اس کی تاکید کی جاتی ہے۔ میں تمہاری ماں ہوں اور میں تمہیں اس کا حکم دے رہی ہوں کہ اب اس کو چھوڑ و اور میری بات جو میں کہتی ہوں وہ مانو۔ راوی کہتے ہیں کہ تین روز تک وہ اس حالت میں رہیں یہاں تک کہ کمزوری کی وجہ سے ان پر غشی طاری ہو گئی۔ پھر ان کا بیٹا جسے عُمَارَہ کہا جاتا تھا کھڑا ہوا اور انہیں پانی پلایا۔ پھر جب ہوش آئی تو وہ سعدؓ کو بددعا دینے لگیں۔ تب اللہ عزوجل نے قرآن میں یہ آیت اتاری کہ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا (العنکبوت: 9) کہ ہم نے انسان کو اس کے والدین کے حقوق میں احسان کی تاکیدی نصیحت کی۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا۔ یہ عنکبوت کی آیت ہے اور پھر سورۂ لقمان میں یہ ہے کہ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي (لقمان: 16) اگر وہ دونوں تجھ سے جھگڑا کریں کہ تُو میرا شریک ٹھہرا تو اطاعت نہ کر۔ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي کہ اگر وہ کہیں تو میرا شریک ٹھہرا تو پھر ان کی اطاعت نہیں کرنی اور اس میں پھر آگے یہ بھی ہے کہ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا (لقمان: 16) دونوں کے ساتھ دنیا میں دستور کے مطابق رفاقت جاری رکھو۔ ان سے تعلق رکھو۔ ان سے نیکی کرو۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ، باب فضل سعد بن ابی وقّاص، حدیث 1748)

یہ جھگڑا اگر شرک کے بارے میں کرنا ہے تو پھر بات نہیں ماننی۔ یہ جو تفصیلی بات ہے یہ مضمون اسی طرح پورا آگے چلتا ہے۔ لیکن جو دنیاوی معاملات ہیں ان میں ان سے رفاقت جاری رکھو۔ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ان سے تعلق رکھو۔ ان سے نیکی کرو۔

یہ پہلی روایت مسلم میں تھی۔ آگے پھر سیرت میں ایک اَور حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ بہت پیار کرتا تھا مگر جب میں نے اسلام قبول کیا تو اس نے کہا کہ اے سعد! یہ کون سا دین تُو نے اختیار کر لیا ہے۔ یا تو تُو اس نئے دین کو ترک کر دے یا مَیں کچھ نہ کھاؤں اور نہ پیوں گی یہاں تک کہ میں مر جاؤں گی۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ اے پیاری ماں! ایسا نہ کرنا کیونکہ میں اپنے دین کو چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن اور ایک رات تک میری ماں نے نہ کچھ کھایا اور نہ پیا اور اس کی حالت خراب ہونے لگی تو میں نے ان سے کہا کہ اللہ کی قسم! اگر تمہاری ایک ہزار جانیں ہوں اور وہ ایک ایک کر کے نکلیں تب بھی میں کسی کی خاطر اپنے دین کو ترک نہیں کروں گا۔ جب آپ کی والدہ نے یہ دیکھا تو کھانا پینا شروع کر دیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا (لقمان: 16) یعنی اگر وہ دونوں تجھ سے بحث کریں کہ تُو کسی کو میرا شریک مقرر کرے جس کا تجھ کو کوئی علم نہیں مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ کوئی علم نہیں ہے فَلَا تُطِعْهُمَا۔ تو ان دونوں کی بات مت ماننا۔ ہاں دنیاوی معاملات میں ان کے ساتھ نیک تعلقات قائم رکھو۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جزء ثانی صفحہ 455، سعد بن مالک، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 2003ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعدؓ کو اپنا ماموں کہا کرتے تھے۔

(اصحاب بدر از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری صفحہ 91 مکتبہ اسلامیہ لاہور 2015ء)

ایک دفعہ حضرت سعدؓ سامنے سے آ رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا یہ میرے ماموں ہیں۔ کسی کا ایسا ماموں ہو تو دکھائے۔ امام ترمذی نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا تعلق بنو زُہرَہ سے تھا اور حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ کا تعلق بھی بنو زُہرَہ سے تھا۔

(جامع ترمذی کتاب المناقب باب مناقب ابو اسحاق سعد بن ابی وقّاص حدیث نمبر 3752)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرا پہاڑ پر تھے کہ وہ ہلنے لگا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حرا! ٹھہر جا کیونکہ تجھ پر نبی یا صدیق یا شہید کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ اس پہاڑ پر اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ تھے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل طلحۃ والزبیر حدیث 2417)

اسلام کے ابتدائی ایام میں جب مسلمان چھپ کر نمازیں ادا کیا کرتے تھے تو ایک مرتبہ حضرت سعدؓ مکے کی ایک گھاٹی میں کچھ صحابہ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ وہاں مشرکین آ پہنچے اور انہوں نے مسلمانوں کا مذاق اڑانا شروع کیا اور ان کے دین یعنی اسلام میں عیب نکالنا چاہے یہاں تک کہ لڑائی تک نوبت پہنچ گئی۔ حضرت سعدؓ نے ایک مشرک کے سر پر اونٹ کی ہڈی اس زور سے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ پس یہ پہلا خون تھا جو اسلام میں بہایا گیا تھا۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ جزء الثانی صفحہ 324، دار الفکر بیروت لبنان، 2001ء)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اپنے عمل سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ اہلِ حق کا گروہ تم ہی ہو

(ملفوظات، جلد 3، صفحہ 371)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ ارول (بہار)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

یاد رکھو کہ وہ جماعت جو خدا تعالیٰ قائم کرنی چاہتا ہے وہ عمل کے بدوں زندہ نہیں رہ سکتی

(ملفوظات، جلد 3، صفحہ 371)

طالب دُعا: قریشی محمد عبد اللہ تیاپوری، سابق امیر ضلع و افراد خاندان و مرحومین، جماعت احمدیہ گلبرگہ (کرناٹک)

مکے میں جب کفار نے مسلمانوں کے ساتھ بائیکاٹ کیا اور ان کو شِعبِ ابی طالب میں محصور کر دیا گیا تو وہ مسلمان جوان تکالیف کا شکار ہوئے ان میں سے ایک حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ بھی تھے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے ’سیرت خاتم النبیینؐ‘ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس طرح لکھا ہے کہ

’’جو جو مصائب اور سختیاں ان ایام میں ان محصورین کو اٹھانی پڑیں ان کا حال پڑھ کر بدن پر لرزہ پڑ جاتا ہے۔ صحابہ کا بیان ہے کہ بعض اوقات انہوں نے جانوروں کی طرح جنگلی درختوں کے پتے کھا کھا کر گزارہ کیا۔ سعد بن ابی وقّاصؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کے وقت ان کا پاؤں کسی ایسی چیز پر جا پڑا جو تر اور نرم معلوم ہوتی تھی‘‘ غالباً کھجور کا کوئی ٹکڑا ہوگا ’’اس وقت ان کی بھوک کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے فوراً اسے اٹھا کر نگل لیا اور وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے آج تک پتہ نہیں کہ وہ کیا چیز تھی۔ ایک دوسرے موقعہ پر بھوک کی وجہ سے ان کا یہ حال تھا کہ انہیں ایک سوکھا ہوا چمڑا زمین پر پڑا ہوا مِل گیا تو اسی کو انہوں نے پانی میں نرم اور صاف کیا اور پھر بھون کر کھایا اور تین دن اسی غیبی ضیافت میں بسر کیے۔‘‘

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے، صفحہ 166-167)

جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیا تو حضرت سعدؓ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور وہاں اپنے مشرک بھائی عُتبہ بن ابی وقّاص کے ہاں قیام کیا۔ عُتبہ سے مکہ میں ایک خون ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ مدینہ میں آ کر آباد ہو گیا تھا۔ (روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد 2 صفحہ 66-67)

حضرت سعدؓ اوّلین ہجرت کرنے والوں میں سے تھے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 305، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2001ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ کی مؤاخات حضرت مُصعَب بن عُمیرؓ کے ساتھ فرمائی جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ کی مؤاخات حضرت سعد بن مُعاذؓ سے فرمائی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث صفحہ 103، سعد بن ابی وقّاص، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1990ء)

مؤاخات میں اس اختلاف کی مولانا غلام باری صاحب سیف نے یہ توجیہ پیش کی ہے کہ مکہ میں آپ کی مؤاخات حضرت مُصعَبؓ کے ساتھ تھی اور مدینہ میں حضرت سعد بن مُعاذؓ کے ساتھ تھی۔

(روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد 2 صفحہ 64)

حضرت سعدؓ قریش کے بہادر شہ سواروں میں سے تھے۔ غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور دفاع کی ذمہ داری جن اصحاب کے سپرد ہوتی تھی ان میں سے ایک حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ بھی تھے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جزء ثانی صفحہ 172، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 2010ء)

ابو اسحاق روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چار اشخاص بہت سخت حملہ آور تھے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زُبیرؓ اور حضرت سعدؓ۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جزء الثانی صفحہ 325، دارالفکر بیروت لبنان، 2001ء)

ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کو کفار کی طرف سے حملے کا خوف اور پریشانی رہتی تھی جس کی وجہ سے شروع میں مسلمان اکثر راتوں کو جاگا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عموماً راتوں کو جاگتے رہتے تھے۔ اس بارے میں ایک روایت ملتی ہے حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ مدینہ تشریف آوری کے زمانے میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو نہ سکے تو آپؐ نے فرمایا کاش! میرے صحابہ میں سے کوئی نیک آدمی آج رات میرا پہرہ دے۔ وہ کہتی ہیں ہم اسی حال میں تھے کہ ہم نے اسلحہ کی آواز سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے؟ تو باہر سے یہ آواز آئی۔ آنے والے نے یہ عرض کیا کہ سعد بن ابی وقّاص، کہ میں سعد بن ابی وقّاص ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ تم یہاں کیسے آئے؟ انہوں نے کہا کہ میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خوف پیدا ہوا اس لیے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کو دعا دی اور سو گئے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 282-283)(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضل سعد بن ابی وقّاص حدیث 2410)

یہ بھی ایک حوالہ ہے کہ بخاری اور مسلم دونوں میں اس واقعے کا ذکر تو ہے لیکن اس کے ساتھ دعا کی تفصیل نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا دعا دی تھی لیکن حضرت سعدؓ کے مناقب میں جو امام ترمذی نے بیان کیے ہیں ان میں ان کے بیٹے قیس سے روایت ہے کہ میرے والد سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے دعا کی تھی کہ اَللّٰھُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَا کہ اے اللہ! سعدؓ جب تجھ سے دعا کریں تو ان کی دعا کو قبول کیجیو اور اِکْمال فِی اَسْمَاءِ الرِّجَال میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ دعا دی تھی کہ اَللّٰھُمَّ سَدِّدْ سَھْمَہٗ وَاَجِبْ دَعْوَتَہٗ کہ اے اللہ! ان کا تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھے اور ان کی دعا قبول کرنا۔

(روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد 2 صفحہ 67-68)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی دعا کی وجہ سے حضرت سعدؓ قبولیت دعا کی وجہ سے مشہور تھے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جزء الثانی صفحہ 324-325، دارالفکر بیروت لبنان، 2001ء)

حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ مستجاب الدعوات تھے۔ ایک شخص نے آپؓ پر جھوٹ گھڑا تو آپؓ نے اس کے خلاف دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ جھوٹ بول رہا ہے تو اس کی بصارت جاتی رہے اور اس کی عمر طویل ہو اور اسے فتنہ میں مبتلا کر دے۔ پس اس شخص کو یہ تمام چیزیں پہنچیں۔

(جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثا من جوامع الکلم جلد 2 صفحہ 350، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 2001ء)

ایک روایت میں آتا ہے کہ قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ میں اَحْجَارُ الزَّیْت مقام پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ لوگوں کا ایک ہجوم ایک شخص کے پاس موجود تھا جو سواری پر بیٹھا تھا اور حضرت علیؓ کو گالیاں نکال رہا تھا۔ اتنے میں حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ وہاں آ گئے اور ان میں کھڑے ہو گئے اور ان سے پوچھا کہ کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ آدمی حضرت علیؓ کو گالیاں دے رہا ہے۔ حضرت سعدؓ آگے بڑھے تو لوگوں نے انہیں راستہ دیا یہاں تک کہ آپؓ اس کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور پوچھا اے شخص! تُو کیوں حضرت علیؓ کو گالیاں دے رہا ہے؟ کیا وہ سب سے پہلے اسلام نہیں لائے تھے؟ کیا وہ پہلے شخص نہیں تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی؟ کیا وہ لوگوں میں سب سے زیادہ متقی انسان نہیں ہیں؟ کیا وہ لوگوں میں سب سے زیادہ علم والے انسان نہیں ہیں؟ حضرت سعدؓ بیان کرتے گئے یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا کہ نیز کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنی بیٹی بیاہ کر ان کو اپنی دامادی کا شرف نہیں بخشا تھا؟ کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں جھنڈا اٹھانے والے نہیں تھے؟ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت سعدؓ نے قبلے کی طرف رخ کیا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا اور دعا کی کہ اے اللہ! اگر اس نے تیرے اولیاء میں سے ایک ولی یعنی حضرت علیؓ کو گالیاں دی ہیں تو تُو اس مجمعے کے منتشر ہونے سے پہلے اپنی قدرت کا نشان دکھا۔ یہ مستدرک کا حوالہ ہے۔ راوی قیس کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ابھی ہم وہاں سے منتشر نہیں ہوئے تھے کہ اس شخص کی سواری نے اسے نیچے گرا دیا اور اسکے سر کو اپنے پیروں سے پتھر پر مارا جس سے اسکا سر پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ (المستدرک کتاب معرفۃ الصحابہ باب سعد بن ابی وقّاص روایت 6121 جلد 3 صفحہ 571-572 دارالکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

حضرت سعدؓ نے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے فوراً بعد رات کو حفاظت کی تھی، اسی طرح کا ان کا ایک اور واقعہ غزوۂ خندق کے موقعے پر بھی تاریخ میں نظر آتا ہے۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ پہرہ دیتے ہوئے تھک جاتے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس طرح باقی صحابہ پہرہ دے رہے ہوتے تھے آپؐ بھی صحابہ کے ساتھ پہرہ دیتے اور سردی سے نڈھال ہو جاتے۔ تب واپس آ کر تھوڑی دیر میرے ساتھ لحاف میں لیٹ جاتے مگر جسم کے گرم ہوتے ہی پھر اس شگاف کی حفاظت کیلئے چلے جاتے۔ اسی طرح متواتر جاگنے سے آپؐ ایک دن بالکل نڈھال ہو گئے اور رات کے وقت فرمایا کاش اس وقت کوئی مخلص مسلمان ہوتا تو مَیں آرام سے سو جاتا۔ اتنے میں باہر سے سعد بن ابی وقّاصؓ کی آواز آئی۔ آپؐ نے پوچھا کیوں آئے ہو۔ انہوں نے کہا آپؐ کا پہرہ دینے آیا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا مجھے پہرے کی ضرورت نہیں۔ تم فلاں جگہ جہاں خندق کا کنارا ٹوٹ گیا ہے جاؤ اور اسکا پہرہ دو تا مسلمان محفوظ رہیں۔ چنانچہ سعد اس جگہ کا پہرہ دینے چلے گئے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر کیلئے سو گئے۔ (ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 279)

حضرت سعد بن ابی وقّاص کا باقی ذکر ان شاء اللہ آئندہ ہوگا۔

آج بھی مَیں دو تین غائب جنازے پڑھاؤں گا جن کا اب اس وقت ذکر کروں گا۔ پہلا ذکر مکرم ماسٹر عبدالسمیع خان صاحب کاٹھگڑھی کا ہے جو 6/جولائی کو ربوہ میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ 1937ء میں قادیان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد عبدالرحیم صاحب کاٹھگڑھی سلسلہ کے پرانے خدمت گزاروں میں سے تھے۔ آپ کے دادا حضرت چودھری عبدالسلام خان صاحب کاٹھگڑھی نے 1903ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی سعادت پائی۔ آپ صحابی تھے۔ ابتدائی تعلیم پرائمری تو ماسٹر سمیع صاحب کی قادیان میں ہی ہوئی۔ پھر پارٹیشن ہو گئی تو میٹرک ربوہ آ کر کیا۔ آپ کی اولاد میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ ان کی اہلیہ تین چار سال پہلے وفات پا گئی تھیں۔ 1960ء میں بی ایس سی کرنے کے بعد اسی سال عارضی استاد کے طور پر تعلیم الاسلام سکول میں پڑھانا شروع کیا۔ پھر 1962ء میں بی ایڈ کیا اور باقاعدہ استاد مقرر ہوئے۔ 1969ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم ایڈ کیا تو سینئر استاد بن گئے۔ پھر 1972ء میں آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ پھر سکول نیشنلائز ہو گیا۔ پھر 1970ء میں آپ کا تبادلہ کیونکہ وہ نیشنلائزڈ سکول تھا تو گورنمنٹ نے باہر اپنے کسی دوسرے سکول میں کر دیا اور پھر مختلف سکولوں میں یہ پڑھاتے رہے۔ 2005ء سے 2009ء تک زعیم انصار اللہ اور 2013ء سے 16ء تک بطور صدر حلقہ دارالرحمت شرقی ربوہ میں خدمت کی توفیق ملی۔ میرے بھی یہ سکول میں استاد تھے۔ بڑے اچھے انداز میں پڑھایا کرتے تھے۔ چہرے پر ہمیشہ نرمی رہتی تھی اور سمجھاتے بھی بڑے اچھے انداز میں تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحمت کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد کو بھی ہمیشہ جماعت اور خلافت سے وابستہ رکھے۔

دوسرا جنازہ مکرم سید مجیب اللہ صادق صاحب کا ہے جو 28/مئی کو 83 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ مکرم سید صادق علی صاحب اور سیدہ سلمیٰ بیگم صاحبہ بنت سید محبوب عالم بہاری صاحب کے بیٹے تھے۔ قادیان کی مقدس بستی میں آپ نے آنکھ کھولی۔ قادیان کے پاکیزہ ماحول میں پروان چڑھے۔ آپ کے والد سید

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

(احمدی ڈاکٹروں) کو لازماً اپنی مہارت کو انسانیت کی تکلیفوں کو کم کرنے میں صَرف کرنا چاہیے

(خطاب برموقع سالانہ کانفرنس احمدیہ مسلم میڈیکل ایسوسی ایشن یو.کے 2019)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

دنیا بھر میں ڈاکٹرز کو جتنا وقت ممکن ہو وقف عارضی کیلئے نکالنا چاہیے

(خطاب برموقع سالانہ کانفرنس احمدیہ مسلم میڈیکل ایسوسی ایشن یو.کے 2019)

طالب دعا: ناصر احمد ایم.بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم.اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

صادق علی صاحب آف سہارنپور نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے دست مبارک پر شرف بیعت حاصل کیا تھا۔ آپ کے نانا حضرت سید محبوب عالم صاحب بہاری نے پارٹیشن کے وقت 19 ستمبر 1947ء کو قادیان میں کسی مخالف کی گولی کا نشانہ بن کر جامِ شہادت نوش فرمانے کی سعادت حاصل کی اور اسی طرح آپ کے نانا کے بھائی سید محبوب عالم صاحب جو صدر انجمن احمدیہ کے آڈیٹر تھے اور ان کو بھی یہ اعزاز تھا کہ بہار سے پیدل چل کے قادیان پہنچے اور انہوں نے بیعت کی تھی۔ آپ کو یہاں یوکے میں حلقہ ارلزفیلڈ (Earlsfield) میں بطور صدر جماعت خدمت کی توفیق بھی ملی۔ پھر بعد از ریٹائرمنٹ محترم امیر صاحب برطانیہ کے دفتر میں رضا کارکن کے طور پر سولہ سال تک خدمت بجالاتے رہے۔ بڑی جانفشانی کے ساتھ اپنی ڈیوٹی ادا کرتے تھے اور ہمیشہ ان کے چہرے پر نرمی اور مزاح کی نرمی رہتی تھی۔ مزاح کی طبیعت تھی اور کام پوری توجہ سے کرتے تھے اور کبھی کہیں اس طرح کے بوجھ نہیں لیتے تھے اور دوسروں کو پریشان نہیں کرتے تھے۔ کوشش یہ ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ کام دوسروں کا بھی خود کرلیں۔ ان کی شادی ربوہ میں مکرمہ عائشہ صادق صاحبہ بنت بابو محمد عالم صاحب ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر سے ہوئی۔ اور 1968ء میں ان کی اہلیہ کو بھی ربوہ میں لجنہ کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کی توفیق ملی۔ ان کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ ڈاکٹر کلیم اللہ صادق صاحب تو ایم ٹی اے میں کافی رضا کارانہ خدمت کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے تہجد گزار تھے۔ عمرہ کرنے کے لیے گئے۔ گھٹنوں میں ان کے شدید تکلیف تھی۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ باوجود ان کو وہیل چیئر مہیا کرنے کے انہوں نے یہ کہا کہ میں تو عمرے کا ثواب لینا چاہتا ہوں اس لیے پیدل ہی چلوں گا۔ اسی طرح اپنے چندوں کی بھی بڑی فکر رہتی تھی اور ان کے بچوں نے اور دوسرے کافی لوگوں نے جو مجھے خط لکھے ہیں ان میں ان کی خوبیاں بیان کی ہیں۔ بچے تو خوبیوں کا ذکر کرتے ہی ہیں اور ان کے بچے جس طرح ماشاء اللہ جماعت کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے خلافت اور جماعت کے ساتھ محبت بچوں کے دلوں میں پیدا کی ہے اور اعلیٰ رنگ میں تربیت کی ہے لیکن جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کے ہمسائے اور ملنے جلنے والے جو ہیں وہ اس کی نیکیوں کے اس کے کردار کے اصل گواہ ہوتے ہیں۔ اس کی نیکیوں کی تصدیق کرنے والے ہوتے ہیں اور یہ بات مجیب اللہ صادق صاحب پر حقیقت میں صادق آتی ہے۔ ان کے غیر مسلم ہمسائے ان کی وفات پر نہایت غمزدہ تھے۔ ان کی بھی آپ خدمت کرتے رہے اور اپنے بچوں سے بھی ان کی خدمت کرواتے رہے۔ اسی طرح ان کے دفتر میں ساتھ کام کرنے والے ہر شخص نے ان کی خوش مزاجی اور کام میں لگن اور سنجیدگی اور اس کے ساتھ ہر کارکن کی خدمت کرنے کی خصوصیت کا ذکر کیا ہے۔ کام بھی کرتے تھے اور لوگوں کی خدمت بھی کرتے تھے۔ کسی کو چائے بھی پلانی ہو تو خود پلاتے تھے۔ میں گذشتہ سال جب اسلام آباد منتقل ہوا ہوں تو ان کو جو فکر تھی جس کا انہوں نے ملاقات میں مجھ سے اظہار کیا وہ یہ تھی کہ اب ہم ہر ہفتے آپ کے پیچھے جمعہ کس طرح پڑھیں گے؟ تو بہرحال اس پر میں نے ان کی تسلی کروائی کہ ان شاء اللہ اکثر جمعے بیت الفتوح میں ہی ہوں گے اور جب اسلام آباد میں ہوں تو وہاں آسکتے ہیں۔ یہ بات سن کے پھر ان کے چہرے پر رونق آئی۔ اسی لیے انہوں نے اپنے بچوں کو مسجد کے قریب رکھنے کے لیے خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہجرت کے بعد مسجد فضل کے قریب گھر لے لیا اور (خود) روزانہ ایک گھنٹہ دور کام پر جاتے تھے تاکہ بچے مسجد کے ساتھ اٹیچڈ (attached) رہیں اور یہی فکر ان کو اب بھی تھی کہ دور جانے کی وجہ سے جمعہ کس طرح پڑھا جائے گا۔ بہرحال انتہائی مخلص اور نیک انسان تھے۔ بڑی وفا کے ساتھ انہوں نے اپنی زندگی گزاری اور یہ وفا اپنے بچوں میں بھی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی ہمیشہ خلافت اور جماعت سے ان کی خواہش کے مطابق بلکہ ان سے بڑھ کر وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان کی اہلیہ کو بھی اپنی حفاظت میں رکھے اور سکون اور تسکین کے سامان پیدا فرمائے۔

تیسرا جو جنازہ ہے وہ ہمارے پرانے کارکن اور اسیر راہ مولیٰ رانا نعیم الدین صاحب مرحوم کا ہے اس کا ذکر تو میں پہلے بھی کر چکا ہوں۔ گذشتہ جمعہ رہ گیا تھا۔ ان کا بھی جنازہ ان جنازوں میں شامل ہوگا جو ان شاء اللہ جمعے کے بعد ادا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے ساتھ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

......☆......☆......☆......

بقیہ خطاب از صفحہ نمبر 10

جسکے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔'' (مجموعہ اشتہارات، جلد 1 صفحہ 281 تا 282، اشتہار نمبر 91 مطبوعہ ربوہ)

تو اس وقت ہم جنہیں خدا تعالیٰ نے احمدیت قبول کرنے کے لحاظ سے سبقت لے جانے والوں میں شمار فرمایا ہے، ہمارا اور ہماری نسلوں کا یہ فرض ہے کہ جب لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شناخت کرتے ہوئے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں تو اُنکی تربیت کیلئے پہلوں کے پاک نمونے اور معرفتِ الٰہی پہلے سے تیار ہو۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ گو اللہ تعالیٰ نے دلوں کو زمانے کے امام کی طرف پھیرنے کی ہوا چلائی ہے لیکن اس پیغام کو اپنے عملی نمونوں کے ساتھ پھیلانے کیلئے ہمیں کوشش بھی کرنی ہوگی۔ آج احمدیوں پر ظلم ہو رہا ہے، اُس میں کمی اس صورت میں ہوگی کہ ہم اپنی اقلیت کو اکثریت میں تبدیل کرنے کی کوشش کریں۔ ہندوستان میں بھی جہاں احمدیوں پر مظالم ہو رہے ہیں، جب انتظامیہ سے رابطہ کیا گیا تو اُن کا جواب یہی ہوتا رہا ہے اور دیتے ہیں کہ یہ مظالم تو تم پر مسلمانوں کی طرف سے ہو رہے ہیں، اس لئے اپنی طاقت اور تعداد بڑھاؤ اور حکومت کے، ارباب الوقت کے کیونکہ اپنے مفادات ہوتے ہیں، اس لئے وہ اکثریت کا ساتھ دیتے ہیں۔ لیکن ہر احمدی کو اس بات پر یقین ہونا چاہئے کہ بلا خوف اس کا اظہار کریں اور اُنہیں کرنا چاہئے کہ جہاں تک ہماری طاقت کا سوال ہے تو ہم بحیثیت انسان بیشک کمزور ہیں لیکن ہم اُس خدا کا عرفان حاصل کئے ہوئے ہیں، اس کی پناہ اور اُس کی گود میں ہیں جو سب طاقتوروں سے زیادہ طاقتور ہے۔ وہ ہمارا مولیٰ اور ہمارا نصیر ہے، اُسی پر ہم بھروسہ کرتے ہیں اور اُسی کی طرف ہم جھکتے ہیں۔ اور ہمارا خدا وہ خدا ہے جس نے ہمیں ان الفاظ میں تسلی دی ہے کہ وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ (الاعراف: 184) اور مَیں ڈھیل دے رہا ہوں، میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اس قول کے نظارے دکھا بھی رہا ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ دکھائے گا۔ اگر یہ لوگ بعض نہ آئے تو یہ اپنے انجام کو دیکھیں گے۔ اس لئے ہمیں اس کی تو فکر نہیں ہے لیکن جہاں تک اقلیت کو اکثریت میں تبدیل کرنے کا سوال ہے یہ ان لوگوں کے کہنے پر تو ہم نے نہیں کرنا یا دنیاوی فائدہ حاصل کرنے کیلئے تو ہم نے نہیں کرنا بلکہ خدا تعالیٰ نے ہم پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ ہم اسلام اور احمدیت کی خوبصورت تعلیم کو دنیا میں پھیلائیں اور جب تائیداتِ الٰہی کی ہوائیں بھی اس مقصد کیلئے ہمارے ساتھ ہیں اور ہمارے حق میں چل رہی ہیں تو ایک خاص توجہ سے اس پیغام کو پھیلائیں اور تمام دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانے کی کوشش کریں تاکہ دنیا سے فتنہ وفساد اور شر دور ہو اور امن اور آشتی اور پیار اور محبت اور صلح کی فضا پیدا ہو۔ تمام دنیا اَللّٰہُ اَکْبَر کا نعرہ بلند کرنے والی ہو۔

آج حسنِ اتفاق سے 27 مئی کا دن ہے۔ ایک سال پہلے آج کے دن دنیا میں رہنے والے ہر احمدی نے میرے ساتھ کھڑے ہو کر یہ عہد دہرایا تھا جسکے بعد دنیا کے ہر کونے سے بڑے جذباتی خط آئے کہ آج کے عہد کے بعد ہم اپنے اندر ایک نئی روح محسوس کر رہے ہیں۔ پس اس حوالے سے مَیں پھر کہتا ہوں۔ آج کے دن آپ نے جو عہد دوہرایا تھا اور اس سے جو جوش اور جذبہ اور دلوں کی گرمی اور خلافت احمدیہ سے وفا اور اخلاص کے جذبات پیدا ہوئے تھے، اُنہیں کبھی سونے نہ دیں۔ اُس عہد میں پہلی بات ہی یہ تھی کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کیلئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کیلئے تیار رہیں گے۔ اور دوسری بات نظامِ خلافت کی حفاظت اور اُسکے استحکام کا عہد آپ نے کیا تھا اور اپنی اولادوں میں بھی اس کو قائم رکھنے کا وعدہ کیا تھا۔ پس آج ہر ایک اس عہد کی دوبارہ جگالی کرے، اپنے جائزے لے اور دیکھے کہ کیا وہ جذباتی حالت تھی یا ہم نے اس ایک سال میں اس عہد کو پورا کرنے کیلئے کوئی کوشش بھی کی ہے؟ اگر تو ہم نے حقیقتاً اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کی ہے تو دنیا چاہے جتنا بھی مخالفتوں میں بڑھ جائے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارا بال بھی بیکا نہیں کرسکتی۔ اور جو بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جاری خلافت سے، جو خدا تعالیٰ کی خاص تائیدات کو لئے ہوئے ہے، اور جماعت سے ٹکرائے گا اپنے بدترین انجام کو پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہمیشہ تقویٰ کی راہوں پر چلاتے ہوئے اپنی اور اپنے رسولؐ کی خالص محبت ہمارے دلوں میں پیدا کرے، اُس کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم نظامِ خلافت کے ساتھ جڑے رہتے ہوئے اسلام اور احمدیت کے جھنڈے کو ہمیشہ بلند سے بلند تر کرتے چلے جانے والے ہوں۔ اللہ کرے کہ یہ جلسہ بے انتہا برکات کا حامل ہو اور آئندہ جلسہ اپنے وقت پر اور پوری شان کے ساتھ منعقد ہو اور اس جلسہ کے پاک اثر کو ہم ہمیشہ اپنے دلوں میں قائم رکھنے والے ہوں۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں ہی کچھ دعائیہ الفاظ میں کہوں گا۔ آپ شاملین کے بارے میں فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تمام شاملین کو ''اجرِ عظیم بخشے اور اُن پر رحم کرے اور اُن کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کردیوے اور اُن کے ہم وغم دور فرماوے اور اُن کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور اُن کی مرادات کی راہیں اُن پر کھول دیوے اور روزِ آخرت میں اپنے اُن بندوں کے ساتھ اُن کو اُٹھاوے جن پر اُسکا فضل و رحم ہے......اے خدا! اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کُشا! یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔'' (مجموعہ اشتہارات، جلد 1 صفحہ 282، اشتہار نمبر 91، مطبوعہ ربوہ)

یہ جلسہ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا تعداد کے لحاظ سے مختصر تھا۔ اس میں تعداد جو ہے وہ کوئی چھ ہزار کے قریب ہے۔ اس میں باوجود گرمی کے باہر سے بھی گیارہ ممالک سے پچاس کے قریب لوگ گئے ہیں اور پھر دوسرے شہروں سے، بہت دور دور سے بھی شامل ہونے والے ہیں۔ بعض لوگ تو چار ہزار میل کا بھی سفر کرکے آئے ہیں کیونکہ ہندوستان بڑا وسیع ملک ہے۔ لیکن بہرحال جو خیال تھا کہ مختصر حاضری ہوگی اُس لحاظ سے بڑی اچھی حاضری ہوئی ہے۔ تو یہ بھی ایک تجربہ ہو گیا۔ اب دعا کر لیں۔ (دعا)

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 19 اپریل 2013)

......☆......☆......

اعلان نکاح

خاکسار کے بیٹے عزیزم محمد امان صدیقی کا نکاح عزیزہ عرشی مغیز بنت مکرم شہزادہ مغیز صاحب مرحوم آف کلکتہ کے ساتھ پانچ لاکھ روپے حق مہر پر مکرم مولوی مصلح الدین سعدی صاحب نے 26 نومبر 2019 کو مسجد احمدیہ کلکتہ میں پڑھایا۔ عزیزم محمد امان صدیقی محترم نورالدین صاحب صدیقی مرحوم آف انچولی میرٹھ کا پوتا اور محترم چوہدری بشیر احمد صاحب گھٹیالیاں درویش مرحوم قادیان کا نواسہ ہے۔ احباب جماعت کی خدمت میں عاجزانہ دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس رشتہ کو ہر دو خاندان کیلئے باعث برکت اور مثمر بثمرات حسنہ بنائے۔ آمین۔

(قمر محمود صدیقی، صدر جماعت احمدیہ میرٹھ، یوپی)

ارشاد باری تعالیٰ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (النساء: 30)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے اموال آپس میں ناجائز طریق پر نہ کھایا کرو۔

DAR FRUIT CO. KULGAM
B.O AHMED FRUITS
Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

جلسہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اعلان کے حوالے سے کہ لوگ قادیان جلسہ میں تشریف لائیں، قادیان کے رہنے والوں پر بھی بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، بیشک اس جلسہ سالانہ کی اتباع میں تمام دنیا کے ملکوں کی جماعتوں میں جلسے ہوتے ہیں اور ایک خاص دینی ماحول پیدا ہوتا ہے لیکن جو جلسہ قادیان کی بستی میں ہوتا ہے اُس کی ایک اپنی اہمیت ہے اور دنیا بھر میں احمدیوں کے دلوں میں اس بستی میں منعقد ہونے والے جلسہ میں شمولیت کیلئے ایک خاص جذبہ پایا جاتا ہے، ایک شوق پایا جاتا ہے

قادیان اس زمانے کے امام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظلّی نبی کا شہر ہے، اُس کی بستی ہے اپنے ماحول اور اپنے دائرے میں اس شہر کے تقدّس کو قائم رکھیں اور اس کا تقدّس قائم رکھنا قادیان کے رہنے والے ہر باسی کا فرض بنتا ہے، ہر احمدی کا فرض بنتا ہے

وہ خدا جو سچے وعدوں والا خدا ہے آج جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے گئے اپنے وعدوں کو بڑی شان سے پورا کرتے ہوئے ہمیں دکھا رہا ہے تو مخالفینِ احمدیت کے ایوانوں میں ایک کھلبلی مچی ہوئی ہے

اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کو پورا فرماتے ہوئے قادیان سے اُٹھی ہوئی اُس آواز کو جو خدا اور اُس کے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلا رہی تھی دنیا کے ہر براعظم کے ہر کونے میں محض اور محض اپنے فضل سے بڑی شان اور بڑی شوکت سے پھیلا رہا ہے

جماعت کی یہ ترقی ہم پر ایک ذمہ داری ڈال رہی ہے اور سب سے زیادہ ذمہ داری اُن لوگوں پر ہے جو مرکز احمدیت میں بیٹھے ہوئے ہیں جو واقفینِ زندگی ہیں، جن میں قادیان بھی شامل ہے اور ربوہ کے رہنے والے بھی شامل ہیں کہ اپنے تقویٰ کے معیاروں کو بلند سے بلند تر کرتے چلے جائیں

خدا تعالیٰ نے ہم پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ ہم اسلام اور احمدیت کی خوبصورت تعلیم کو دنیا میں پھیلائیں اور جب تائیداتِ الٰہی کی ہوائیں بھی اس مقصد کیلئے ہمارے ساتھ ہیں اور ہمارے حق میں چل رہی ہیں تو ایک خاص توجہ سے اس پیغام کو پھیلائیں اور تمام دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانے کی کوشش کریں تاکہ دنیا سے فتنہ و فساد اور شر دور ہو اور امن اور آشتی اور پیار اور محبت اور صلح کی فضا پیدا ہو، تمام دنیا اَللّٰہُ اَکْبَر کا نعرہ بلند کرنے والی ہو

جلسہ سالانہ قادیان 2008ء سے (جو بوجوہ مئی 2009ء میں منعقد ہوا) بروز بدھ 27/مئی 2009ء کو ایم.ٹی.اے کے مواصلاتی رابطوں سے

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا لندن سے براہ راست اختتامی خطاب

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ - بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ - الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ - اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ - اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ - صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ -

سب سے پہلے تو مَیں ایک دعا کیلئے کہنا چاہتا ہوں۔ ابھی انہوں نے بتایا کہ قادیان میں آندھی کے آثار پیدا ہو رہے ہیں کیونکہ گرمیوں میں اُن ملکوں میں آندھیاں بہت آتی ہیں تو دعا کریں کہ جلسہ کی بقایا کارروائی کا جو وقت ہے اللہ تعالیٰ یہ خیریت سے گزار دے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا فضل و احسان ہے کہ جلسہ سالانہ قادیان آج اختتام کو پہنچ رہا ہے۔ ان دنوں میں جلسہ کا انعقاد پہلا تجربہ تھا۔ انتظامیہ بھی پریشان تھی۔ جس دن جلسہ کا انعقاد ہونا تھا اُس سے ایک دن پہلے صبح بھی آندھی آئی، سارے انتظامات درہم برہم ہو گئے۔ شام کو بھی آندھی آئی اور تمام انتظامات درہم برہم ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیوں نے، کارکنان نے، نوجوانوں نے رات بھر کام کر کے اگلے دن کیلئے جلسہ کا انتظام اگلے دن کیلئے تیار کر دیا۔ اللہ کرے کہ باقی وقت بھی اب خیریت سے گزر جائے کیونکہ جیسا کہ مَیں نے کہا یہ پہلا تجربہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت سے ہمیشہ یہ سلوک رہا ہے کہ جب بھی کوئی نامساعد حالات پیدا ہوئے، اپنے مروجہ طریق سے ہٹ کر کام کرنے کی مجبوری پیدا ہوئی اور ہم نے خدا تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے، اُسکے حضور جھکتے ہوئے، اُس پر توکل کرتے ہوئے اُس کام کو کرنے کیلئے اپنے آپ کو تیار کیا تو خدا تعالیٰ کی مدد ہمیشہ شاملِ حال رہی۔

یہ جلسہ سالانہ جو اِن دنوں میں ہو رہا ہے اس کا انعقاد تو اصل میں دسمبر میں ہونا تھا اور اس کیلئے مَیں نے نومبر کے آخر میں بھارت کا سفر بھی کیا تھا۔ لیکن جیسا کہ آپ جانتے ہیں پہلے میں جنوبی بھارت کے دورے پر گیا اور اس دورے کے دوران ملک میں بعض حالات ایسے پیدا ہوئے جن کی بناء پر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ قادیان کا جلسہ ملتوی کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی شدت سے جلسہ سالانہ کا انعقاد ملتوی کرنے کے بارے میں دل میں ڈالا تھا، اسکے انعقاد کے بارے میں روک اور قبض کی حالت پیدا کی تھی۔ قادیان کے بعض مخلصین نے لکھا بھی کہ گو حالات بظاہر خراب نظر آ رہے ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان کو ''دارالامن'' کہا ہے اس لئے قادیان کا جلسہ ملتوی کرنے کا فیصلہ نہ کیا جائے۔ بہر حال یہ اُن کے جذبات تھے اور میرے جنوبی ہندوستان سے واپسی کے بعد بیشمار احمدیوں نے بھی اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ اسی طرح پاکستان سے جو احمدی جلسہ میں شامل ہونے کی امید لگائے بیٹھے تھے، اُن کے بھی بہت جذباتی خط آئے بلکہ ابھی تک آ رہے ہیں۔ لیکن اُس وقت جو حالات تھے اور اُس کے مطابق جو فیصلہ کیا گیا وہ گو بڑا مشکل فیصلہ تھا لیکن صحیح فیصلہ تھا جیسا کہ میں نے بھارت سے واپس آ کر اپنے خطبہ میں بیان بھی کیا تھا اور بعد میں جو مزید حالات اور باتیں پتہ لگیں، دشمن کے عزائم سامنے آئے تو اُس نے اس فیصلہ کی مزید تائید کر دی۔ بہر حال پھر بھارت کے انتخابات کی وجہ سے اس جلسہ کو ملتوی کرنا پڑا۔ اور پھر جب گزشتہ ماہ انتخابات ہو گئے تو یہی فیصلہ کیا گیا کہ مئی میں جلسہ منعقد کیا جائے۔ بہر حال جیسا کہ مَیں نے کہا اِس وقت جلسہ کا اختتام ہو رہا ہے۔ اس تعلق میں چند باتیں مَیں کہوں گا۔

جلسہ سالانہ کے انعقاد کا مقصد ہر احمدی جانتا ہے اور خاص طور پر قادیان کے رہنے والے پرانے احمدی اس کو اچھی طرح جانتے ہیں جن کی اکثریت اس وقت جلسہ میں شامل ہے۔ کیونکہ جلسہ سالانہ چھوٹے پیمانے پر منعقد ہو رہا ہے اس لئے ہندوستان سے بھی بہت کم تعداد میں لوگ شامل ہوئے ہیں لیکن بہر حال بعض نومبائعین بھی اس جلسہ کی برکات سے مستفید ہونے کیلئے اس میں شامل ہوئے ہیں۔ اُن کیلئے بھی اور پرانے احمدیوں کیلئے بھی میرا یہ پیغام ہے کہ بعض باتیں باوجود جاننے کے اور علم میں ہونے کے اگر بار بار دہرائی نہ جائیں تو انسان یا بھول جاتا ہے یا اُس طرح بھرپور توجہ نہیں دیتا جس طرح توجہ دینے کا حق ہے۔ اس لئے مَیں آپ کو یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں اور ہو سکتا ہے کہ بعض مقررین نے جلسہ کی تقاریر میں اور افتتاح میں خاص طور پر توجہ دلائی بھی ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسہ سالانہ کے انعقاد کے جو مقاصد بیان کئے ہیں اُنہیں ہمیشہ ہمیں یاد رکھنا چاہئے۔ یہ مقصد مَیں مختصر بیان کر دیتا ہوں۔

پہلا مقصد تو یہ تھا کہ ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقع ملے۔ اب یہ بالمواجہ یا آمنے سامنے بیٹھ کر، خود آ کر اس زمانے میں تو ہم زمانے کے امام کی باتیں نہیں سن سکتے۔ وہ خوش قسمت لوگ تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ پایا اور اُس سے خوب فیض اُٹھایا۔ لیکن زمانہ کے امام نے قرآنی تعلیمات کی تفسیروں کا ایک ایسا وسیع خزانہ چھوڑا ہے جس سے ہر جگہ، ہر ایک فیض پا سکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کیونکہ ہر ایک کی علمی قابلیت اور استعدادیں ایک جیسی نہیں رکھیں اور اُن کو بعض مواقع مہیا نہیں ہوئے اس لئے گو یہ خزانہ تو موجود ہے لیکن اُس سے حقیقی فیض اُٹھانے کیلئے، اُس سے استفادہ کرنے کیلئے اُن لوگوں کی مدد کی ضرورت ہے جو بہتر طور پر علمی اور روحانی خزانے کو سمجھ سکیں۔ اور اگر عالم باعمل ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق اُن کی مثال ایسی زمین کی طرح ہے جو بارش کے پانی کو جذب کر کے اپنی روئیدگی کو زندہ کرتی ہے اور پھر اُس پر جب فصل کاشت ہوتی ہے تو وہ دوسروں کو فیض پہنچانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ دلوں کی حقیقت تو خدا تعالیٰ جانتا ہے لیکن بظاہر اُس معیار کے علماء کو تقریریں کرنے کیلئے چنا جاتا ہے جو

قرآن اور احادیث کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام اور تفسیر کی روشنی میں بیان کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جو ایک عام آدمی کے سمجھنے کے معیار سے بھی مطابقت رکھتا ہے۔ اور یوں ایک ایسے ماحول میں جو تین دنوں کیلئے خالصۃً اس مقصد کیلئے بنایا جاتا ہے کہ ایک دینی ماحول پیدا کرکے انسان کی نیک فطرت کے تاروں میں ایک ارتعاش پیدا کر دیا جائے تا کہ ہر وہ شخص جو ایسی پاکیزہ مجالس میں بیٹھا ہے مسیح الزمان کے پاک کلمات کو سن کر اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

آجکل دنیا کے دھندوں میں انسان بے انتہا گھرا ہوا ہے۔ دینی اور روحانی علم اور حالت میں اضافے کیلئے اُس درجہ کی تگ و دَو کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتا جو اُس کا حق ہے۔ تو جب ایسی مجالس منعقد کی جاتی ہیں جو خالصۃً اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے، اُسکے نام کو بلند کرنے کیلئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی عشق و محبت کا ادراک حاصل کرنے کیلئے اور روحانیت میں ترقی کرنے کیلئے ہوں تو وہ عمومی ذہنی صلاحیت والے انسان کیلئے بھی استفادہ کا موجب بنتی ہیں اور اعلیٰ ذہنی صلاحیت کے انسان کیلئے بھی استفادہ کا موجب بنتی ہیں۔ اور پھر جو اُن مجالس میں بیٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی برکات سے بھی حصہ لینے والے ہوتے ہیں جس کا ایک حدیث میں یوں ذکر آتا ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے فرشتوں سے ایک مجلس کا حال پوچھا حالانکہ خدا تعالیٰ عالم الغیب ہے اور ہر حال اور ہر حالت کو اچھی طرح جانتا ہے۔ بہرحال خدا تعالیٰ کا اپنا ایک پیار کا انداز ہے تو جب فرشتوں نے بتایا کہ ہم ایک ایسی مجلس سے اُٹھ کر آئے ہیں جس میں بیٹھنے والے تیری تسبیح کر رہے تھے، تیری بڑائی بیان کر رہے تھے، تیری عبادت کی طرف توجہ تھی اور تیری حمد اور تعریف میں وہ رطب اللسان تھے اور تجھ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے پوچھا وہ کیا مانگ رہے تھے؟ تو فرشتوں نے عرض کیا وہ تجھ سے تیری جنت مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا انہوں نے میری جنت دیکھی؟ تو فرشتوں کا جواب ہوگا کہ اے خدا! انہوں نے تیری جنت دیکھی تو نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اُس پر فرمائے گا کہ اُن کا کیا حال ہوگا جب وہ میری جنت کو دیکھیں گے۔ پھر فرشتے عرض کریں گے کہ وہ تیری پناہ مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کس چیز سے میری پناہ مانگ رہے تھے؟ فرشتے عرض کریں گے کہ اے خدا! تیری آگ سے پناہ مانگ رہے تھے۔ پھر خدا تعالیٰ یہ سوال کرے گا کہ کیا انہوں نے میری آگ دیکھی؟ فرشتے پھر نفی میں جواب دیتے ہیں کہ نہیں انہوں نے آگ تو نہیں دیکھی۔ اُس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اُن کا کیا حال ہوگا جب وہ میری آگ دیکھیں گے۔ یعنی اس کی شدت ایسی شدید ہے کہ اس دنیا میں انسان اُس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ پھر فرشتے عرض کریں گے کہ اے خدا! وہ بیٹھے تیری بخشش کے طالب تھے۔ اُس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے اُنہیں بخش دیا اور اُنہیں وہ سب کچھ دیا جو اُن بندوں نے مجھ سے مانگا ہے اور اُس چیز سے اُن کو پناہ دی جن سے انہوں نے میری پناہ طلب کی۔ اُس پر فرشتے کہیں گے کہ اُن میں ایک غلط کار آدمی بھی تھا جو وہاں سے گزر رہا تھا اور اُن لوگوں کو ذکر کرتے دیکھ کر تماش بین کے طور پر وہاں بیٹھ گیا۔ اُس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے اُسے بھی بخش دیا۔ کیونکہ ذکر کرنے والے ایسے لوگ ہیں کہ اُن کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم اور بد بخت نہیں رہ سکتا۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللہ عزوجل، حدیث نمبر 6408)

پس جو مجالس خالصۃً خدا تعالیٰ کے لئے منعقد کی جائیں وہ اللہ تعالیٰ کی برکات کو سمیٹنے والی ہوتی ہیں اور راہ چلتے بھی اُس سے فیض پاتے ہیں۔ اور جو لوگ آئے ہی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے ہوں، اُن پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور برکات کی جو بارش ہوتی ہے اُس کا تو انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ پھر ایسی مجلس جس کے بارے میں زمانے کے امام نے یہ فرمایا کہ ''اُسے معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔''

(مجموعہ اشتہارات، جلد 1، صفحہ 281، اشتہار نمبر 91، مطبوعہ ربوہ)

اس قدر برکات کی حامل یہ مجلس اور جلسہ ہے کہ اس کا انسان تصور بھی نہیں کرسکتا۔ آج ہر اُن ذرائع سے جو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں نئی ایجادات کی صورت میں پیدا فرمائے ہیں جو کہ قرآنِ کریم کی پیشگوئیوں کے مطابق اس زمانے میں ظاہر ہونی تھیں، تا کہ اللہ تعالیٰ کے آخری شرعی نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام آپ کے عاشقِ صادق کے ذریعہ تمام دنیا میں پھیلے۔ ان ایجادات اور ذرائع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے دور دراز ملکوں میں بیٹھے ہوئے لوگ بھی جو احمدی ہیں وہ قادیان کے جلسے سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔

اب میرا یہ براہِ راست خطاب جو دو طرفہ سمعی بصری نظام کے ذریعہ سے لندن اور قادیان کے جلسوں کے خوبصورت امتزاج کی صورت میں ہم دیکھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں، اس وجہ سے تمام دنیا کے احمدی اس بابرکت مجلس میں شامل ہو گئے ہیں اور ایم.ٹی.اے کا جو یہ نظام اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی تائید میں (جاری) فرمایا ہے، آج یہ اس مجلس میں شامل ہونے کا ذریعہ بن رہا ہے جو بے انتہا برکات لئے ہوئے ہے۔ یہ سب باتیں اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی بھرپور تائیدات شامل ہیں۔ یقیناً یہ ذریعہ کافی حد تک اُس کمی کو پورا کرنے کا باعث بن رہا ہے جو خلیفہ وقت کے خود قادیان کی بستی میں جا کر دنیا کو خطاب نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی۔

(احباب تھوڑے تھوڑے وقفہ سے نعرے بلند کر رہے تھے۔ اس پر حضور انور نے فرمایا: وہاں کے موسم کا لحاظ رکھتے ہوئے نعرے کم لگائیں۔ اُن کو ضرورت ہوگی تو وہ خود لگا لیں گے)

انشاء اللہ تعالیٰ جب ہم اپنے دلوں کا جائزہ لیتے ہوئے ہر کام خالصۃً للہ کرنے کی کوشش کرنے والے ہوں گے تو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ان عارضی پردوں اور روکوں کو بھی دور فرما دے گا۔

لیکن اس جلسہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اعلان کے حوالے سے کہ لوگ قادیان جلسہ میں تشریف لائیں، قادیان کے رہنے والوں پر بھی بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ بیشک اس جلسہ سالانہ کی اتباع میں تمام دنیا کے ملکوں کی جماعتوں میں جلسے ہوتے ہیں اور ایک خاص دینی ماحول پیدا ہوتا ہے لیکن جو جلسہ قادیان کی بستی میں ہوتا ہے، اُس کی ایک اپنی اہمیت ہے اور دنیا بھر میں احمدیوں کے دلوں میں اس بستی میں منعقد ہونے والے جلسہ میں شمولیت کیلئے ایک خاص جذبہ پایا جاتا ہے ایک شوق پایا جاتا ہے۔

پس دنیا کے احمدیوں کا قادیان سے یہ تعلق وہاں کے رہنے والوں اور خاص طور پر بڑے سے لے کر چھوٹے تک ہر کارکن کو یہ احساس دلانے والا ہونا چاہئے کہ ہمارے نمونے اس نسبت سے بہت اعلیٰ رنگ کے ہونے چاہئیں جو اس مبارک بستی میں رہنے کی وجہ سے اُنہیں ہے۔ دنیا سے جب لوگ قادیان جاتے ہیں تو وہ قادیان کا ایک بڑا اعلیٰ تصور لے کر جاتے ہیں۔ پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ حتی الوسع یہ کوشش کریں کہ کبھی کسی کی ٹھوکر کا باعث نہ بنیں۔ قادیان اس زمانے کے امام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظلی نبی کا شہر ہے، اُس کی بستی ہے۔ اپنے ماحول اور اپنے دائرے میں اس شہر کے تقدس کو قائم رکھیں اور اس کا تقدس قائم رکھنا قادیان کے رہنے والے ہر باسی کا فرض بنتا ہے۔ اور عام طور پر ہر احمدی کا فرض بنتا ہے۔ اور یہ بات ہر ایک کو یاد رکھنی چاہئے کہ جو بھی احمدی وہاں رہ رہا ہے اُس کا فرض ہے کہ قادیان کی بستی کے تقدس کو قائم رکھے اور خاص طور پر جو جماعتی کارکنان ہیں، جو واقفینِ زندگی ہیں اُن پر یہ ذمہ داری سب سے بڑھ کر عائد ہوتی ہے۔

پس اس اہمیت کو سمجھتے ہوئے ان جلسوں میں سب سے زیادہ کارکنوں کو، واقفینِ زندگی کو نہ صرف قادیان میں بلکہ دنیا کی ہر جگہ اپنے گریبانوں میں جھانکنے کی ضرورت ہے۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ آج شعائر اللہ کی حفاظت کا جو اعزاز ہے وہ خدا تعالیٰ نے قادیان میں رہنے والے احمدیوں کے ذمہ لگایا ہے۔ جس بستی میں جلسہ پر آکر بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا اعلان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا، اُن جلسوں نے آپ علیہ السلام کے وصال کے بعد بھی جاری رہنا تھا اور جب جاری رہنا تھا تو تقویٰ کے معیاروں کے حصول کی کوشش بھی جاری رہنی تھی۔ قادیان کے رہنے والوں کو اپنے عملی نمونے قائم کرنے کیلئے بھی ہمیشہ تگ و دو کرنے کی ضرورت جاری رہنی تھی۔ قادیان جس میں جب ایک احمدی جاتا ہے تو اُن مقدس مقامات اور شعائر اللہ کو دیکھ کر ایک جذباتی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مساجد اور اُن کمروں میں جا کر جہاں مختلف اوقات میں آپ نے دعائیں کیں، جب انسان دعائیں کرتا ہے تو دعاؤں میں ایک رِقّت اور درد اور سوز پیدا ہو جاتا ہے۔ جہاں زمانے کے امام کی آخری قیام گاہ ہے، جس جگہ پر آپ کا مدفن ہے جب انسان وہاں پہنچتا ہے تو وہاں دعا کرکے تسکین کی ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اور وہاں جانے والے چاہے وہ ہندوستان کے کسی شہر سے جانے والے ہوں یا دنیا کے کسی ملک سے جانے والے ہوں، اپنے اندر عموماً روحانی طور پر ایک پاک تبدیلی کا احساس پیدا ہوتا دیکھتے ہیں۔ لیکن اگر وہاں کے رہنے والوں کے نمونے ایسے ہیں کہ وہ اس حق کی ادائیگی کی طرف تقویٰ پر چلتے ہوئے توجہ نہیں دے رہے تو جہاں وہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی برکات سے محروم کرتے ہیں، وہاں باہر سے آنے والوں کے لئے بھی مایوس کن نمونہ دکھا کر اُن کی بے چینی کا باعث بنتے ہیں۔ پس اس ذمہ داری کو سمجھیں۔ یہ قادیان کے باسیوں کی، قادیان کے رہنے والے احمدیوں کی ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسہ کا ایک مقصد یہ بتایا کہ ''معرفت ترقی پذیر ہو۔''

(مجموعہ اشتہارات، جلد 1، صفحہ 281، اشتہار نمبر 91، مطبوعہ ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آپ کے چھوڑے ہوئے علمی اور روحانی خزانے سے فیض پانا سب سے زیادہ واقفینِ زندگی کا کام ہے جنہوں نے اپنے آپ کو اُس اہم فریضہ کے انجام دینے کیلئے پیش کر دیا جس کے بجا لانے اور دنیا میں قائم کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تھے، آپ مبعوث ہوئے تھے۔ پس جب واقفینِ زندگی معرفت میں ترقی کریں گے، خاص طور پر وہ جنہوں نے صرف اور صرف دینی علم سیکھنے کی طرف توجہ دی ہے تو ایسے لوگوں کی معرفت میں ترقی پھر اُنہیں دوسروں کیلئے معرفت میں ترقی کا نمونہ بنائے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں کو تو خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ معرفت حاصل ہے جس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا کہ ''درحقیقت کوئی شخص خدا کو شناخت نہیں کرسکتا جب تک اس حد تک اُس کی معرفت نہ پہنچ جائے کہ وہ اس بات کو سمجھ لے کہ بیشمار کام ایسے ہیں کہ جو انسانی طاقت اور عقل اور فہم سے بالاتر اور بلند تر ہیں۔''

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 281)

پس یہ معرفت تو ایک بنیادی چیز ہے۔ اب اس سے بڑھ کر معرفت وہ ہے جو خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے اپنے خاص تعلق کے اظہار اور سلوک کے طور پر ظاہر کرتا ہے جس کا سب سے زیادہ اور بڑا پرتَو انبیاء ہوتے ہیں۔ اس کیلئے خدا تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کیلئے، احمدیوں کیلئے بعض اصول بھی بیان فرما دیئے ہیں۔ مثلاً یہ فرمایا کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (آل عمران: 32) کہ کہہ دے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، وہ تم سے محبت کرے گا۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کیا ہے؟ یہ آپ کے اُسوہ پر چلنے کی کوشش ہے۔ آپ کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنے کی کوشش ہے۔ آپ کے نمونے سخت تنگی کے حالات میں بھی ہمارے سامنے ہیں اور اُس وقت بھی ہمارے سامنے ہیں جب آپ کو حکومت ملی۔ آپ کے نمونے سخت فاقوں کی حالت میں بھی ہمارے سامنے ہیں اور اُس وقت بھی ہمارے سامنے ہیں جب ہر طرف کشائش تھی۔ آپ کے نمونے اپنی گھریلو زندگی میں بھی ہمارے سامنے ہیں اور اپنی معاشرتی زندگی میں بھی ہمارے سامنے ہیں۔ غرض کہ کوئی بھی جگہ ایسی نہیں جہاں آپ نے اپنے نمونے قائم نہ کئے ہوں۔ پس معرفت کی تلاش کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم میری تلاش کرنا چاہتے ہو تو اس رسول کی پیروی کرو، اس سے محبت کرو، اس کے اُسوہ پر چلنے کی کوشش کرو۔ اگر تو ہماری ساری کوششیں اور ہمارے علم حاصل کرنے کے جذبے اور شوق ذوقی حظ اُٹھانے کیلئے اور علمی برتری دکھانے کیلئے ہیں تو یہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے حقیقی محبت کا اظہار ہے اور نہ ہی خدا تعالیٰ کی محبت اور معرفت حاصل کرنے کا یہ صحیح ذریعہ

ہے۔اس کیلئے صحیح ذریعہ اللہ تعالیٰ کی خالص محبت دل میں رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنے کی ضرورت ہے کہ پہلے جب یہ محبت پیدا کرلو تو اس رسول کی پیروی کرنے کی کوشش کرو، اُس کی سنت پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔

پھر فرمایا کہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) کہ جو لوگ ہماری طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں ہم ضرور اُنہیں اپنے راستوں کی طرف آنے کی توفیق بخشیں گے۔جب یہ حالت پیدا ہوگی اور پھر جہاد ہوگا، محبت کے اعلیٰ معیار قائم ہوں گے تو پھر اللہ تعالیٰ رہنمائی فرمائے گا۔کیونکہ جب یہ محبت اور اظہار اور اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنے کی کوشش ہوگی تو اللہ تعالیٰ پھر اپنے اس قول کو بھی پورا فرمائے گا کہ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (انعام:104) اور وہ ہے جو نظروں تک پہنچتا ہے۔اور جب وہ خود پہنچتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کی معرفت بڑھتی ہے۔پس یہ معرفت اور محبتِ رسول اور کوشش اور پھر حفظِ مراتب اور علم کے لحاظ سے اس میں جتنی بھی کوئی ترقی ہوتی چلی جائے گی، وہ پھر انسان کی بقا کا ذریعہ بنتی ہے۔پس خدا تعالیٰ کی معرفت ایک جہاد ہے جس کے حصول کیلئے مسلسل کوشش کی ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ کی معرفت کی پہچان کے راستے مختلف ہیں اور یہ ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ فرمایا کہ معرفت میں ترقی پذیر ہو، اور یہ ترقی پذیری اُس وقت ہوگی جب ترقی کے حصول کے وسیع راستے بھی سامنے نظر آ رہے ہوں گے۔پس جب پڑھے لکھے اور علماء اُس کے حصول کی کوشش کریں گے تو پھر وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمِ کلام کی روشنی میں اُسے مزید آگے پھیلانے کی کوشش بھی کرنے والے ہوں گے۔اور جیسا کہ مَیں نے پہلے مثال دی تھی کہ زرخیز زمین کی طرح ہوں گے جو خود بھی پانی سے فائدہ اُٹھاتی ہے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتی ہے۔جلسہ کے ماحول میں علم و معرفت کے حصول کی کوششیں پھر ہر شامل ہونے والوں کی استعدادوں کے مطابق معرفتِ الٰہی کو جذب کرنے والی بنیں گی۔اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک زیادہ ہوگا۔اُس پر ایمان پختہ ہوگا۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور یقین اور آپ کی محبت میں مزید ترقی ہوگی۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وفا کا تعلق مزید بڑھے گا۔پس ہر شامل ہونے والے کو جو جلسہ میں شامل ہوتا ہے، چاہے وہ علماء کے زُمرہ میں ہے یا عوام الناس میں، یہ سوچ کر شامل ہونا چاہئے کہ مَیں نے اپنی معرفت بڑھانی ہے تا کہ اللہ اور اُس کے رسول کی محبت میرے رگ و پے میں سرایت کر جائے اور اُس میں ہر دم اضافہ ہوتا چلا جائے تو پھر ہی ہم حقیقی مومن اور اس جلسہ سے استفادہ کرنے والے کہلا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم میں سے ہر ایک یہ نکتہ سمجھنے والا ہو۔

پھر ایک غرض آپ نے یہ بیان فرمائی کہ ’’تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات، جلد 1، صفحہ 281، اشتہار نمبر 91، مطبوعہ ربوہ)

’’بھائیوں کا تعارف بڑھے گا‘‘ اسکا کیا مطلب ہے؟ اگر صرف سرسری تعارف بڑھے گا تو اس کا تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔پہلی بات تو ہمیشہ یہ یاد رکھنی چاہئے کہ حقیقی مومنوں کے بھائی کا معیار کیا ہے۔یقیناً حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ہمارا معیار نہیں ہیں جنہوں نے کینہ اور بغض میں بڑھنے کی وجہ سے اپنے باپ کے بیٹے کو کنوئیں میں پھینک دیا۔ہمارے سامنے تو بھائی کا وہ معیار ہے جس میں کوئی خونی رشتہ نہیں تھا۔اور وہ معیار تھا مدینہ کے انصار کا، جنہوں نے ایک دوسرے کیلئے قربانیوں کے ایسے اعلیٰ معیار قائم کر دیئے جنہیں سن اور پڑھ کر انسان ورطۂ حیرت میں پڑ جاتا ہے۔

پس جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بھائیوں کا تعارف بڑھے گا تو ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ ’’تعلقاتِ اخوّت استحکام پذیر ہوں گے۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات، جلد 1، صفحہ 281، اشتہار نمبر 91، مطبوعہ ربوہ)

اور یہ اخوّت کے تعلقات اُس وقت استحکام پذیر ہو سکتے ہیں جب ایک دوسرے کیلئے نیک جذبات دل میں موجزن ہوں۔جب ایک جسم کے مختلف اعضاء کے تعلق کی طرح تعلق قائم ہو جائے کہ ایک عضو کو تکلیف پہنچی ہے تو دوسرے کو بھی تکلیف پہنچے۔جب کسی ایک بھائی کی تکلیف کو اپنی تکلیف کی طرح سینہ میں محسوس کیا جا رہا ہو۔اور جب یہ صورتحال ہوگی تو پھر وہ ماحول پیدا ہوگا جس کے قائم کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف لائے۔پھر یہ ماحول عارضی اور جلسہ کے تین دنوں کیلئے صرف قادیان کی بستی میں نہیں ہوگا بلکہ جلسہ کے بعد بھی ہندوستان کے ہر شہر اور ہر شہر کے رہنے والے احمدیوں کے دلوں میں ہمیشہ کیلئے پیدا ہو جائے گا۔بلکہ دنیا میں رہنے والے ہر احمدی کے دل میں ہمیشہ کے لئے پیدا ہو جائے گا۔اور کیونکہ آج خدا تعالیٰ نے ہمیں، جیسا کہ مَیں نے پہلے کہا، ایم ٹی اے کی نعمت کے ذریعہ تمام دنیا میں ایک آواز سننے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام سننے کی نعمت سے نوازا ہے، اس لئے تمام دنیا کے احمدیوں میں ایک دوسرے کیلئے محبت اور پیار اور بھائی چارے کے جذبات پیدا ہو جائیں گے اور جب یہ انقلاب ہمارے دلوں میں پیدا ہو جائے گا تو ہم حقیقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جاری کردہ اس جلسہ سالانہ سے فیض پاتے چلے جانے والے ہوں گے۔

پس ہم میں سے ہر ایک کو اپنے دل کو ٹٹولنا چاہئے کہ ہم کس حد تک اس جلسہ کے پروگراموں سے فیض اُٹھانے والے بنے ہیں۔اگر تو ان تین دنوں میں جلسہ کے ماحول نے یہ مثبت اثرات ہمارے دلوں پر مرتب کئے ہیں تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں سے فیض پانے والے بن رہے ہیں اور یہ جلسہ کیونکہ لائیو (Live) تمام دنیا میں دیکھا گیا ہے اس لئے قادیان میں شاملینِ جلسہ ہی نہیں بلکہ دنیا میں ہر جگہ وہ لوگ اپنے نفس کو ٹٹولنے والے ہونے چاہئیں جنہوں نے اس جلسہ سالانہ کو سنا، یا اَب جو میری باتیں سن رہے ہیں، کیونکہ نفس کی معرفت ہی ہے جو خدا تعالیٰ کی معرفت کی پہچان کرواتی ہے۔

اس جلسہ کی کارروائی کے دوران بہت سے لوگوں کے خطوط، فیکسز اور فون پر پیغامات اور دلی جذبات کے اظہار کے بارے میں اعلانات بھی ہوتے رہے اور بتایا جاتا رہا۔دنیا میں رہنے والے بھی یاد رکھیں کہ اگر ہمارے اندر جلسہ کے مقاصد کو سمجھنے اور اُس کے حصول کیلئے ایک جوش اور جذبہ بیدار نہیں ہو رہا، اپنے اندر وہ پاک تبدیلیاں پیدا نہیں کر رہے جن کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم سے مطالبہ کیا ہے تو ہمارے جذبات کے اظہار نرے کھوکھلے دعوے ہیں۔زیادہ تر اظہار پاکستانی احمدیوں یا دنیا میں بسنے والے پاکستانی نژاد احمدیوں کی طرف سے ہوا ہے۔اُن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلسہ کے اغراض و مقاصد کو بیان کرتے ہوئے اس فقرہ کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ’’یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام کے قبول کرنے کیلئے تیار ہو رہے ہیں۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات، جلد 1، صفحہ 281، اشتہار نمبر 91، مطبوعہ ربوہ)

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے یورپ اور امریکہ کے شامل ہونے والوں کی تعداد آہستہ آہستہ بڑھ رہی ہے۔افریقہ میں لاکھوں کی تعداد میں ہر سال بیعتیں ہو رہی ہیں۔عیسائیوں سے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک بہت بڑی تعداد افریقن ممالک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں تلے جمع ہو رہی ہے اور تثلیث کو چھوڑ کر خدائے واحد کا نعرہ لگا رہی ہے۔عرب دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے دلوں کو پھیرنے کی ایک ہوا چلائی ہوئی ہے۔یہ سب باتیں جن کے کہنے پر مخالفین جماعت احمدیہ کو استہزاء کا نشانہ بنایا کرتے تھے کہ اگر کوئی ایک آدھ بیعت ہو جاتی ہے، کوئی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے تو یہ لوگ نعرے لگاتے ہوئے دنیا کی فتح کی باتیں کرتے ہیں۔آج انہی باتوں نے دنیا کو پریشان کر دیا ہے۔وہ خدا جو سچے وعدوں والا خدا ہے آج جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے گئے اپنے وعدوں کو بڑی شان سے پورا کرتے ہوئے ہمیں دکھا رہا ہے تو مخالفینِ احمدیت کے ایوانوں میں ایک کھلبلی مچی ہوئی ہے۔اگر جماعت احمدیہ ایک سوکھتا ہوا درخت ہے جو آہستہ آہستہ خود ہی اپنی ہری بھری شاخوں کو سوکھتا ہوا دیکھ رہا ہے تو پھر مخالفین کو کیا فکر ہے؟ دنیا کے ہر ملک میں جماعت احمدیہ کی مخالفت کی کیا ضرورت ہے؟ تیسری دنیا کے ملکوں میں ہی نہیں، مسلمان ملکوں میں ہی نہیں بلکہ اب تو یورپ اور امریکہ کے ممالک میں بھی جماعت کے خلاف دن بدن مخالفت کا بازار گرم ہو رہا ہے۔گو کہ وہاں بھی مسلمانوں کا زیادہ ہاتھ ہے لیکن بہر حال ان ملکوں میں بھی یہ حالت پیدا ہو رہی ہے۔یہ سب باتیں اس چیز کا ثبوت ہیں، اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کو پورا فرماتے ہوئے قادیان سے اُٹھی ہوئی اُس آواز کو جو خدا اور اُس کے پیارے رسول حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلا رہی تھی، دنیا کے ہر براعظم کے ہر کونے میں محض اور محض اپنے فضل سے بڑی شان اور بڑی شوکت سے پھیلا رہا ہے۔دشمن اپنی ناکام کوششیں کرتا رہے گا، اُسے یہ ناکام کوششیں کرتے رہنے دیں لیکن احمدی اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے گئے اپنے عہدِ بیعت کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔

جماعت کی یہ ترقی ہم پر ایک ذمہ داری ڈال رہی ہے اور سب سے زیادہ ذمہ داری اُن لوگوں پر ہے جو مراکز احمدیت میں بیٹھے ہوئے ہیں، جو واقفینِ زندگی ہیں، جن میں قادیان کے رہنے والے بھی شامل ہیں اور ربوہ کے رہنے والے بھی شامل ہیں کہ اپنے تقویٰ کے معیاروں کو بلند سے بلند تر کرتے چلے جائیں۔قادیان کے رہنے والے جن کے بڑوں نے قربانیوں کے اعلیٰ ترین معیار قائم کئے، اپنے آباؤ اجداد کے اُن نمونوں اور اُن قربانیوں کو دیکھیں اور پھر اپنے جائزے لیں کہ کیا ہم نے وہ معیار قائم کئے ہوئے ہیں یا ہم معیار قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یا اُن میں کمی آئی ہے؟ ہمیشہ یاد رکھیں کہ دنیا میں جب احمدیت پھیل رہی ہے تو نئے آنے والوں کی نظریں بھی آپ کی طرف ہیں۔پس دنیا کی طرف دیکھنے کی بجائے اپنے دلوں میں معرفتِ الٰہی کے راستے بنانے ہوں گے۔حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے اُن راستوں پر چلنے کی کوشش کرنی ہوگی جنکا اُسوہ ہمارے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا، تبھی ہم اُن نئے آنے والوں کی احسن رنگ میں تربیت کر سکیں گے۔اگر ہم آج اپنے نفوس کے تزکیہ کی کوشش نہیں کریں گے تو نئے آنے والوں کی معرفت میں ترقی کیلئے مدد و معاون کس طرح بن سکیں گے؟ تقسیم ہندو پاکستان کے بعد ایک وقت تھا کہ ہندوستان میں احمدیوں کی یوں مخالفت نہیں ہوتی تھی جس طرح گزشتہ چند سالوں سے اس میں شدت اور مزید شدت پیدا ہوئی ہے۔نئے شامل ہونے والے اور غریب احمدیوں کو جس طرح ڈرایا اور دھمکایا جاتا ہے بلکہ ان کو ان کے گھروں سے بے گھر بھی کیا جاتا ہے، جائیدادیں اور مکان لوٹے جاتے ہیں حتی کہ بعض کو اس بات پر شہادت کا مرتبہ ملا کہ انہوں نے منادی کی آواز پر آمَنَّا کہا۔ یقیناً یہ مقام اُنہیں ایمان میں ترقی اور معرفتِ الٰہی میں ترقی کی وجہ سے ملا۔پس یہ نمونے ہمیں بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قبولِ احمدیت اور ایمان میں پختگی کی جو ہوا چلائی ہے یہ تو الٰہی تقدیر ہے لیکن ساتھ ہی پرانے احمدیوں اور خاص طور پر ایسے خدمت کرنے والوں کیلئے ایک فکر انگیز آواز بھی ہے جنہوں نے دین کیلئے اپنے آپ کو پیش کر دیا ہے کہ اپنے اندر سب سے بڑھ کر وہ پاک انقلاب پیدا کریں جس کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے مطالبہ کر رہے ہیں تا کہ معرفتِ الٰہی کو اپنے دلوں میں قائم کرتے ہوئے اُس زندگی بخش نعمت سے دوسروں کے دلوں کو بھی زندگی اور تازگی عطا کرنے کی کوشش کرنے والے بن سکیں۔

ہمیشہ یاد رکھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اسی اشتہار میں فرمایا ہے کہ آنے والوں کا سلسلہ بڑھتے ہی چلے جانا ہے۔جیسا کہ آپ فرماتے ہیں: ’’انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت اُن سب کو اس طرف کھینچ لائے گی۔خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات، جلد 1، صفحہ 281، اشتہار نمبر 91، مطبوعہ ربوہ)

پس یہ وہ تقدیر ہے جو کبھی ٹلنے والی نہیں۔چاہے جتنی بھی مخالفتیں ہو جائیں، چاہے جتنی بھی جائیدادیں چھینی جائیں، چاہے جتنی بھی جانیں خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو جائیں۔فکر ہے تو اس بات کی کہ کہیں تقویٰ سے ہٹتے ہوئے ہمارے سے ایسی کوتاہیاں اور غلطیاں نہ ہو جائیں جو ہمیں اُس اعزاز سے محروم کر دیں جو خدا تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔بلکہ جب وہ وقت آئے جس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان الفاظ کی صداقت کو ہم نے پورا ہوتا دیکھنا شروع کر دیا ہے کہ: ’’اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اُس کیلئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اُس میں آملیں گی کیونکہ یہ اُس قادر کا فعل ہے

باقی صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

نبیوں کا سردارؐ

(از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آزاد مسلمانوں پر ظلم

آزاد مسلمانوں پر بھی کچھ کم ظلم نہیں ہوتے تھے۔ اُن کے بزرگ اور خاندانوں کے بڑے لوگ اُنہیں بھی قسم قسم کی تکلیفیں دیتے تھے۔ حضرت عثمانؓ چالیس سال کی عمر کے قریب کے تھے اور مالدار آدمی تھے مگر باوجود اس کے جب قریش نے مسلمانوں پر ظلم کرنے کا فیصلہ کیا تو اُن کے چچا حکم نے اُن کو رسیوں سے باندھ کر خوب پیٹا۔ زبیرؓ بن العوام ایک بہت بڑے بہادر نوجوان تھے۔ اسلام کی فتوحات کے زمانہ میں وہ ایک زبردست جرنیل ثابت ہوئے۔ ان کا چچا بھی اُن کو خوب تکلیفیں دیتا تھا۔ چٹائی میں لپیٹ دیتا تھا اور نیچے سے دُھواں دیتا تھا تا کہ اُن کا سانس رُک جائے اور پھر کہتا تھا کہ کیا اب بھی اسلام سے باز آؤ گے یا نہیں؟ مگر وہ اِن تکالیف کو برداشت کرتے اور جواب میں یہی کہتے کہ میں صداقت کو پہچان کر اُس سے انکار نہیں کر سکتا۔

حضرت ابوذرؓ، غفار قبیلہ کے ایک آدمی تھے وہاں اُنہوں نے سنا کہ مکہ میں کسی شخص نے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ تحقیقات کے لئے مکہ آئے تو مکہ والوں نے اُنہیں ورغلایا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ہمارا رشتہ دار ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اُس نے ایک دکان کھولی ہے۔ مگر ابوذرؓ اپنے ارادہ سے باز نہ آئے اور کئی تدابیر اختیار کر کے آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تعلیم بتائی اور آپ اسلام لے آئے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی کہ اگر میں کچھ عرصہ تک اپنی قوم کو اپنے اسلام کی خبر نہ دوں تو کچھ حرج تو نہیں؟ آپ نے فرمایا اگر چند دن خاموش رہیں تو کوئی حرج نہیں۔ اِس اجازت کے ساتھ وہ اپنے قبیلہ کی طرف واپس چلے اور دل میں فیصلہ کر لیا کہ کچھ عرصہ تک میں اپنے حالات کو درست کر لوں گا تو اپنے اسلام کو ظاہر کروں گا۔ جب وہ مکہ کی گلیوں میں سے گزر رہے تھے تو اُنہوں نے دیکھا کہ رؤسائے مکہ اسلام کے خلاف گالی گلوچ کر رہے ہیں۔ کچھ دنوں کیلئے اپنے عقیدہ کو چھپائے رکھنے کا خیال اُن کے دل سے اُسی وقت محو ہو گیا۔ اور بے اختیار ہو کر اُنہوں نے اس مجلس کے سامنے یہ اعلان کیا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کے بندے اور رسول ہیں۔ دشمنوں کی اس مجلس میں اس آواز کا اُٹھنا تھا کہ سب لوگ ان کو مارنے کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اتنا مارا کہ وہ بیہوش ہو کر جا پڑے لیکن پھر بھی ظالموں نے اپنے ہاتھ نہ کھینچے اور مارتے ہی چلے گئے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباسؓ جو اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے وہاں آ گئے اور اُنہوں نے اِن لوگوں کو سمجھایا کہ ابوذر کے قبیلہ میں سے ہو کر تمہارے غلے کے قافلے آتے ہیں اگر اُس کی قوم کو غصہ آ گیا تو مکہ بھوکا مر جائے گا۔ اِس پر اُن لوگوں نے اُن کو چھوڑ دیا۔ ابوذرؓ نے ایک دن آرام کیا اور دوسرے دن پھر اُسی مجلس میں پہنچے۔ وہاں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کرنا روزانہ کا شغل تھا۔ جب یہ خانہ کعبہ میں گئے تو پھر وہی ذکر ہو رہا تھا۔ اُنہوں نے پھر کھڑے ہو کر اپنے عقیدۂ توحید کا اعلان کیا اور پھر اُن لوگوں نے اُن کو مارنا پیٹنا شروع کیا۔ اِسی طرح تین دن ہوتا رہا۔ اس کے بعد یہ اپنے قبیلہ کی طرف چلے گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مظالم

خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی محفوظ نہ تھی۔ طرح طرح سے آپ کو دکھ دیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ آپ عبادت کر رہے تھے کہ آپ کے گلے میں پٹکا ڈال کر لوگوں نے کھینچنا شروع کیا یہاں تک کہ آپ کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ وہاں آ گئے اور اُنہوں نے یہ کہتے ہوئے چھڑایا کہ اے لوگو! کیا تم ایک آدمی کو اس جرم میں قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے خدا میرا آقا ہے۔

ایک دفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کی پیٹھ پر اونٹ کی اوجھری لا کر رکھ دی گئی اور اس کے بوجھ سے اُس وقت تک آپ سر نہ اُٹھا سکے جب تک بعض لوگوں نے پہنچ کر اُس اوجھری کو آپ کی پیٹھ سے ہٹایا نہیں۔

ایک دفعہ آپ بازار سے گزر رہے تھے تو مکہ کے اوباشوں کی ایک جماعت آپ کے گرد ہو گئی اور رستہ بھر آپ کی گردن پر یہ کہہ کر تھپڑ مارتی چلی گئی کہ لوگو! یہ وہ شخص ہے جو کہتا ہے میں نبی ہوں۔

آپ کے گھر میں اردگرد کے گھروں سے متواتر پتھر پھینکے جاتے تھے۔ باورچی خانہ میں گندی چیزیں پھینکی جاتی تھیں۔ جن میں بکروں اور اونٹوں کی انتڑیاں بھی شامل ہوتی تھیں۔ جب آپ نماز پڑھتے تو آپ پر خاک دھول ڈالی جاتی حتی کہ مجبور ہو کر آپ کو چٹان میں سے نکلے ہوئے ایک پتھر کے نیچے چھپ کر نماز پڑھنی پڑتی تھی۔ مگر یہ مظالم بیکار نہ جا رہے تھے۔ شریف الطبع لوگ اِن کو دیکھتے اور اسلام کی طرف اُن کے دل کھنچے چلے جاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن خانہ کعبہ کے قریب صفا پہاڑی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ابو جہل آپ کا سب سے بڑا دشمن اور مکہ کا سردار وہاں سے گزرا اور اُس نے آپ کو گالیاں دینی شروع کیں۔ آپ اُس کی گالیاں سنتے رہے اور کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے اُٹھ کر اپنے گھر چلے گئے۔ آپ کے خاندان کی ایک لونڈی اس واقعہ کو دیکھ رہی تھی۔ شام کے وقت آپ کے چچا حمزہؓ جو ایک نہایت دلیر اور بہادر آدمی تھے اور جن کی بہادری کی وجہ سے شہر کے لوگ اُن سے خائف تھے شکار کھیل کر جنگل سے واپس آئے اور کندھے کے ساتھ کمان لٹکائے ہوئے نہایت ہی تبختر☆ کے ساتھ اپنے گھر میں داخل ہوئے۔ لونڈی کا دل صبح کے نظارہ سے بے حد متاثر تھا۔ وہ حمزہؓ کو اس شکل میں دیکھ کر برداشت نہ کر سکی اور انہیں طعنہ دے کر کہا۔ تم بڑے بہادر بنے پھرتے ہو، ہر وقت اسلحہ سے مسلح رہتے ہو۔ مگر کیا تمہیں معلوم ہے کہ صبح ابو جہل نے تمہارے بھتیجے سے کیا کیا؟ حمزہؓ نے پوچھا کیا کیا؟ اُس نے وہ سب واقعہ حمزہؓ کے سامنے بیان کیا۔ حمزہ گو مسلمان نہ تھے مگر دل کے شریف تھے۔ اسلام کی باتیں تو سنی ہوئی تھیں اور یقیناً اُن کے دل پر ان کا اثر ہو چکا تھا مگر اپنی آزاد زندگی کی وجہ سے سنجیدگی کے ساتھ اُن پر غور کرنے کا موقع نہیں ملا تھا لیکن اس واقعہ کو سن کر اُن کی رگِ حمیت جوش میں آ گئی۔ آنکھوں پر سے غفلت کا پردہ دُور ہو گیا اور انہیں یوں معلوم ہوا کہ ایک قیمتی چیز ہاتھوں سے نکلی جا رہی ہے۔ اُسی وقت گھر سے باہر آئے اور خانہ کعبہ کی طرف گئے جو رؤساء کے مشورے کا مخصوص مقام تھا۔ اپنی کمان کندھے سے اُتاری اور زور سے ابو جہل کو ماری اور کہا سنو! میں بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب کو اختیار کرتا ہوں۔ تم نے صبح اُسے بلاوجہ گالیاں دیں اس لئے کہ وہ آگے سے جواب نہیں دیتا۔ اگر بہادر ہو تو اب میری مار کا جواب دو۔ یہ واقعہ ایسا اچانک ہوا کہ ابو جہل بھی گھبرا گیا۔ اُس کے ساتھی حمزہؓ سے لڑنے کو اُٹھے لیکن حمزہؓ کی بہادری کا خیال کر کے اور اُن کے قومی جتھا پر نظر کر کے ابو جہل نے خیال کیا کہ اگر لڑائی شروع ہو گئی تو اس کا نتیجہ نہایت خطرناک نکلے گا اس لئے مصلحت سے کام لے کر اُس نے اپنے ساتھیوں کو یہ کہتے ہوئے روک دیا کہ چلو جانے دو میں نے واقعہ میں اس کے بھتیجے کو بہت بُری طرح گالیاں دی تھیں۔

پیغامِ اسلام

جب مخالفت تیز ہو گئی اور اِدھر سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ نے اصرار سے مکہ والوں کو خدا تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچانا شروع کیا کہ اس دنیا کا پیدا کرنے والا خدا ایک ہے، اُسکے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ جس قدر نبی گزرے ہیں سب ہی اُس کی توحید کا اقرار کیا کرتے تھے اور اپنے ہم قوموں کو بھی اسی تعلیم کی طرف بلایا کرتے تھے۔ تم خدائے واحد پر ایمان لاؤ، ان پتھر کے بتوں کو چھوڑ دو کہ یہ بالکل بے کار ہیں اور ان میں کوئی طاقت نہیں۔ اے مکہ والو! کیا تم دیکھتے نہیں کہ ان کے سامنے جو نذر و نیاز رکھی جاتی ہے اگر اس پر مکھیوں کا جھرمٹ آ بیٹھے تو وہ ان مکھیوں کو اُڑانے کی بھی طاقت نہیں رکھتے، اگر کوئی اُن پر حملہ کرے تو وہ اپنی حفاظت نہیں کر سکتے، اگر کوئی اُن سے سوال کرے تو وہ جواب نہیں دے سکتے، اگر کوئی اِن سے مدد مانگے تو وہ اس کی مدد نہیں کر سکتے۔ مگر خدائے واحد تو مانگنے والوں کی ضرورت پوری کرتا ہے۔ سوال کرنے والوں کو جواب دیتا ہے۔ مدد مانگنے والوں کی مدد کرتا ہے اور اپنے دشمنوں کو زیر کرتا ہے اور اپنے عبادت گزار بندوں کو اعلیٰ ترقیات بخشتا ہے۔ اُس سے روشنی آتی ہے جو اس کے پرستاروں کے دلوں کو منور کر دیتی ہے۔ پھر تم کیوں ایسے خدا کو چھوڑ کر بے جان بتوں کے آگے جھکتے ہو اور اپنی عمر ضائع کر رہے ہو۔ تم دیکھتے نہیں کہ خدا تعالیٰ کی توحید کو چھوڑ کر تمہارے خیالات بھی گندے اور دل بھی تاریک ہو گئے ہیں۔ تم قسم قسم کی وہمی تعلیموں میں مبتلا ہو۔ حلال و حرام کی تم میں تمیز نہیں رہی۔ اچھے اور بُرے میں تم امتیاز نہیں کر سکتے۔ اپنی ماؤں کی بے حرمتی کرتے ہو، اپنی بہنوں اور بیٹیوں پر ظلم کرتے ہو اور ان کے حق اُنہیں نہیں دیتے۔ اپنی بیویوں سے تمہارا سلوک اچھا نہیں۔ یتامیٰ کے حق مارتے ہو اور بیواؤں سے بُرا سلوک کرتے ہو۔ غریبوں اور کمزوروں پر ظلم کرتے ہو اور دوسروں کے حق مار کر اپنی بڑائی قائم کرنا چاہتے ہو۔ جھوٹ اور فریب سے تم کو عار نہیں۔ چوری اور ڈاکہ سے تم کو نفرت نہیں۔ جوا اور شراب تمہارا شغل ہے۔ حصولِ علم اور قومی خدمت کی طرف تمہاری توجہ نہیں۔ خدائے واحد کی طرف سے کب تک غافل رہو گے۔ آؤ اور اپنی اصلاح کرو اور ظلم چھوڑ دو۔ ہر حق دار کو اُس کا حق دو۔ خدا نے اگر مال دیا ہے تو ملک و قوم کی خدمت اور کمزوروں اور غریبوں کی ترقی کیلئے اُسے خرچ کرو۔ عورتوں کی عزت کرو اور ان کے حق ادا کرو۔ یتیموں کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھو اور اُن کی خبر گیری کو اعلیٰ درجہ کی نیکی سمجھو۔ بیواؤں کا سہارا بنو۔ نیکیوں اور تقویٰ کو قائم کرو۔ انصاف اور عدل ہی نہیں بلکہ رحم اور احسان کو اپنا شعار بناؤ۔ اس دنیا میں تمہارا آنا بیکار نہ جانا چاہئے۔ اچھے آثار اپنے پیچھے چھوڑو، تا دائمی نیکی کا بیج بویا جائے۔ حق لینے میں نہیں بلکہ قربانی اور ایثار میں اصل عزت ہے۔ پس تم قربانی کرو، خدا کے قریب ہو۔ خدا کے بندوں کے مقابل پر ایثار کا نمونہ دکھاؤ تا خدا تعالیٰ کے ہاں تمہارا حق قائم ہو۔ بے شک ہم کمزور ہیں مگر ہماری کمزوری کو نہ دیکھو۔ آسمان پر سچائی کی حکومت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے عدل کا ترازو رکھا جائے گا اور انصاف اور رحم کی حکومت قائم کی جائے گی جس میں کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ مذہب کے معاملہ میں دخل اندازی نہ کی جائے گی۔ عورتوں اور غلاموں پر جو ظلم ہوتے رہے ہیں وہ مٹا دیئے جائیں گے اور شیطان کی حکومت کی جگہ خدائے واحد کی حکومت قائم کر دی جائے گی۔ (جاری)

(نبیوں کا سردار صفحہ 24 تا 30 مطبوعہ قادیان 2014ء)

......☆......☆......☆......

(☆ تَبَخْتُر - ناز سے چلنا، غرور سے چلنا، تکبر، فخر)

Alam Associates
Architect & Engineers
22-7-269/1/2/B, Dewan Devdi, Hyderabad - 500002. (T.S.)
+91 9032667993
alamassociates18@gmail.com
Mobile : 8978952048
lordsshoe.co@gmail.com
NEW Lords SHOE CO.
(WHOLESALE & RETAIL)
DEALERS IN : CHINA, DELHI & JALANDHAR LADIES AND GENTS SLIPPERS
16-10-27/105/B2, Malakpet, Hyderabad - 500 036. Telangana.

نماز جنازہ

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 14/مارچ 2020ء بروز ہفتہ نماز ظہر سے قبل مسجد مبارک (اسلام آباد،ٹلفورڈ، یو.کے) کے باہر تشریف لا کر درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ حاضر وغائب پڑھائی۔

نماز جنازہ حاضر

☆مکرم ندیم اختر اقبال صاحب (Leeds،یوکے)

7/مارچ 2020ء کو 65 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔مرحوم نے لیہ میں قائد ضلع مجلس خدام الاحمدیہ اور پھر امیر ضلع کے علاوہ ملتان میں بھی مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ 2016ء میں یو.کے شفٹ ہو گئے تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور دو بیٹے شامل ہیں ۔مرحوم کے ایک بیٹے مکرم احمد اقبال صاحب قائد خدام الاحمدیہ لیڈز کے علاوہ مقامی جماعت میں سیکرٹری تربیت کے طور پر خدمت کی توفیق پارہے ہیں۔

نماز جنازہ غائب

(1)مکرمہ امۃ الحفیظ بلقیس صاحبہ اہلیہ مکرم جے میر عطاء الرحمٰن صاحب (شموگہ،کرناٹک،انڈیا)

13/فروری 2020ء کو 73 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند،خلافت سے بے پناہ محبت کرنے والی ،غریب پرور، ہر ایک سے احسان کا سلوک کرنے والی ایک نیک اور مخلص خاتون تھیں۔آپ نے صدر لجنہ ضلع شموگہ اور صوبائی صدر لجنہ کرناٹک کے علاوہ لجنہ کے متعدد عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔آپ کو عمرہ کرنے کی بھی سعادت نصیب ہوئی ۔مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں میاں کے علاوہ ایک بیٹی اور چار بیٹے شامل ہیں ۔آپ کے ایک نواسے مربی سلسلہ ہیں جو آج کل قادیان میں خدمت کی توفیق پارہے ہیں۔

(2)مکرم حافظ محمد یعقوب اسلم صاحب (ربوہ)

24/جنوری 2020ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔آپ کے والد محترم حکیم مولوی محمد اسماعیل صاحب جامعہ احمدیہ کے استاد تھے اور انہیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے استاد ہونے کا بھی اعزاز حاصل تھا۔آپ کا بچپن انتہائی تنگی اور مشکل میں گزرا۔بعض اوقات فاقوں تک بھی نوبت پہنچی۔ نماز باجماعت کے بہت پابند، دعا گو،متوکل علی اللہ،ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔حافظ قرآن تھے اور سارا قرآن ذاتی شوق سے خود حفظ کیا تھا۔پاکستان کے کئی شہروں میں نماز تراویح پڑھانے کی توفیق ملی۔لاہور میں قیام کے دوران جماعتی کتب کا سٹال لگاتے۔آپ کو شدید مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑا کیونکہ آپ بحیثیت احمدی کبھی اپنی شناخت کو نہیں چھپاتے تھے۔آپ کے ایک بیٹے مکرم محمد طاہر شیراز صاحب (مربی سلسلہ) آج کل پاکستان میں خدمت کی توفیق پارہے ہیں۔

(3)مکرم سید مبارک احمد صاحب LAS VEGAS NEVADA،امریکہ)

18/جنوری 2020ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔مرحوم حضرت سید وزارت حسین صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور مکرم سید فضل احمد صاحب DG (صوبائی امیر بہار انڈیا) کے بیٹے تھے۔مرحوم نے مقامی جماعت میں سیکرٹری وقف نو اور زعیم انصار اللہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی ۔ چندوں میں باقاعدہ ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی شامل ہیں۔

(4)مکرمہ امۃ المجید صاحبہ
بنت مکرم علی بخش صاحب (ٹاؤن شپ،لاہور)

6/فروری 2020ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔آپ کے خاندان میں احمدیت 1905ء میں آپ کی پھوپھی مکرمہ جنت بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم میاں نتھو صاحب کے ذریعے آئی۔ جنہوں نے بذریعہ خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔مرحومہ کو جماعت کے کاموں سے بے حد لگاؤ تھا۔ چندہ جات اور مالی قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہتی تھیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے جب مسجد بیت الفتوح کی تعمیر کیلئے مالی قربانی کی تحریک فرمائی تو آپ نے اپنا سارا زیور اس تحریک میں پیش کردیا۔مرحومہ نیک، مخلص اور ایک باوفا خاتون تھیں۔مہمانوں کی بڑی خوش دلی سے خاطر تواضع کرتی تھیں۔خلافت کے ساتھ اخلاص ووفا کا تعلق تھا۔قرآن کریم کی تلاوت کا بہت شوق تھا۔ آخری کچھ سالوں میں نظر آنا تقریباً ختم ہوگیا تو اس دوران بھی باقاعدگی کے ساتھ قرآن کریم کی آڈیو ریکارڈنگ سنا کرتی تھیں۔مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں سات بیٹیاں اور تین بیٹے شامل ہیں ۔آپ مکرم مرزا انورالحق صاحب (مبلغ سلسلہ بینن) کی ساس تھیں۔آپ کے ایک نواسے مکرم کامران احمد صاحب جامعہ احمدیہ گھانا انٹرنیشنل میں دوسرے سال کے طالب علم ہیں۔

(5)مکرم رفیق احمد جمیل صاحب (ہملٹن،کینیڈا)

4/فروری 2020ء کو 88 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ پاکستان میں گوجرانوالہ میں پی ٹی سی ایل کے محکمہ میں SDO کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔نہایت محنتی، سادہ مزاج اور دوسروں کے ہمدرد انسان تھے۔ پسماندگان میں ایک بیٹی اور دو بیٹے شامل ہیں۔آپ مکرم چوہدری سعید احمد عالمگیر صاحب کے چھوٹے بھائی اور مکرم قیصر محمود صاحب (نائب وکیل التعلیم تحریک جدید ربوہ) کے تایا تھے۔

(6)مکرمہ ریحانہ شکور صاحبہ
بنت مکرم شیخ عبداللطیف صاحب (کیمبرج، یوکے)

24/دسمبر 2019ء کو 61 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔مرحومہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب کی نسل سے تھیں۔ابھی آپ 18 ماہ کی تھیں کہ آپ کے والد ایسٹ افریقہ میں وفات پاگئے۔آپ لجنہ کے کاموں میں فعال تھیں۔چندہ جات باقاعدگی سے ادا کرتی تھیں۔جنجہ ایسٹ افریقہ کی احمدیہ مسجد اور قبرستان کی مرمت میں ان کی خدمت کا بڑا ہاتھ ہے۔خلافت کے ساتھ وفا اور اخلاص کا تعلق تھا۔پسماندگان میں والدہ ، بڑے بھائی اور میاں کے علاوہ ایک بیٹی شامل ہے۔

(7)مکرمہ بشریٰ صائمہ ملک صاحبہ اہلیہ مکرم عبدالماجد صاحب (ٹورانٹو،کینیڈا)

21/فروری 2020ء کو 58 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔آپ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی حضرت حاجی محمد دین صاحب تہالوی کی نواسی تھیں۔مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند، باپردہ، وضع دار،سادہ مزاج ۔دیانتدار،وفا شعار اور ایک نیک اور مخلص خاتون تھیں۔سلسلہ کی کتب کے مطالعہ کی طرف ایک خاص رغبت تھی۔تبلیغ کا شوق تھا اور جماعتی فنکشنز پر مہمانوں کو لاتی تھیں۔آپ کو عائشہ اکیڈمی کینیڈا کی پہلی پرنسپل ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہے۔تربیت اولاد میں بہت دلچسپی لیتیں اور بچوں کی بہترین تربیت کی توفیق پائی۔ کینسر جیسی بیماری کا بڑے صبر،حوصلہ اور ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا۔مرحومہ موصیہ تھیں۔پسماندگان میں میاں کے علاوہ دو بیٹیاں اور دو بیٹے شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔آمین۔

......☆......☆......☆......

شادی کارڈ پر اسراف

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’شادی کارڈوں پر بھی بے انتہا خرچ کیا جاتا ہے دعوت نامہ تو......ایک روپے میں بھی چھپ جاتا ہے، یہاں بھی بالکل معمولی سا پانچ سات پینس (Pence) میں چھپ جاتا ہے،تو دعوت نامہ ہی بھیجنا ہے کوئی نمائش تو نہیں کرنی لیکن بلا وجہ مہنگے مہنگے کارڈ چھپوائے جاتے ہیں پوچھو تو کہتے ہیں کہ بڑا سستا چھپا ہے صرف پچاس روپے میں ،اب یہ صرف پچاس روپے جو ہیں اگر کارڈ پانچ سو کی تعداد میں چھپوائے گئے ہیں تو یہ پاکستان میں پچیس ہزار روپے بنتے ہیں اور پچیس ہزار روپے اگر کسی غریب کو شادی کے موقع پر ملیں تو وہ خوشی اور شکرانے کے جذبات سے مغلوب ہوجاتا ہے۔‘‘(خطبات مسرور، جلد 3، صفحہ 334، مطبوعہ قادیان 2006)

(نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ قادیان)

صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ادارہ شعبہ تزئین میں خدمت کے خواہشمند احباب متوجہ ہوں!

شعبہ تزئین قادیان میں نئی منظور شدہ امریکن بیسڈ گراس کٹر مشین کیلئے ڈرائیور کی اسامی پُر کی جانی مقصود ہے جو دوست بطور ڈرائیور اس اسامی پر خدمت کرنے کے خواہش مند ہوں وہ اپنی درخواستیں دو ماہ کے اندر نظارت دیوان صدر انجمن احمدیہ میں بھجوا سکتے ہیں۔

شرائط درج ذیل ہیں:

(1)امیدوار کے پاس ڈرائیونگ لائسنس اور ڈرائیونگ کا تجربہ ہونا ضروری ہے(2)امیدوار تھوڑا بہت ٹیکنیکل کام بھی جانتا ہوتا کہ حسب ضرورت اس کٹر مشین کی مرمت بھی کرسکے(3)امیدوار ٹریکٹر ٹرالی چلانا جانتا ہو(4)امیدوار مطیع اور فرمانبردار ہواور بوقت ضرورت اضافی کام کیلئے بھی تیار ہو(5)امیدوار کیلئے تعلیم کی کوئی شرط نہیں ہے(6)امیدوار کو برتھ سرٹیفکیٹ پیش کرنا ضروری ہوگا(7)وہی امیدوار ڈرائیور کی اسامی کیلئے لئے جائیں گے جو بورڈ تقرر کارکنان کے انٹرویو میں کامیاب ہوں گے(8)وہی ڈرائیور کی اسامی کیلئے لئے جائیں گے جو نور ہسپتال قادیان سے میڈیکل فٹنس سرٹیفکیٹ کے مطابق صحتمند اور تندرست ہوں گے (9)امیدوار ڈرائیور کو درجہ دوم کے برابر الاؤنس ودیگر سہولیات دی جائیں گی(10) قادیان آمد ورفت کے اخراجات اُمیدوار کے اپنے ہوں گے(11)اگر امیدوار کی سلیکشن ہوتی ہے تو ایسے قادیان میں اپنی رہائش کا انتظام خود کرنا ہوگا۔

نوٹ: مجوزہ درخواست فارم نظارت دیوان صدر انجمن احمدیہ قادیان سے حاصل کرسکتے ہیں۔ درخواست فارم حسب طریق پُر ہو کر آنے پر اس کے مطابق کارروائی ہوگی۔ (ناظر دیوان قادیان)

مزید معلومات کیلئے رابطہ کریں

(Ph) 01872-501130 (Mob) 9877138347, 9646351280

e-mail: diwan@qadian.in

GRIP HOME
PROPERTY MANAGEMENT
طالب دعا
Mohammed Anwarullah
Managing Partner
+91-9980932695
#4, Delhi Naranappa Street
R.S. Palya, Kammanahalli
Main Road, Bangalore - 560033
E-Mail : anwar@griphome.com
www.griphome.com

IMPERIAL GARDEN FUNCTION HALL
a desired destination for royal weddings & celebrations.
2 - 14 -122 / 2 - B , Bushra Estate
HYDRABAD ROAD, YADGIR - 585201
Contact Number : 09440023007, 08473296444

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قادیان سے گورداسپور جاتے ہوئے بٹالہ ٹھہرے وہاں کوئی مہمان جو آپ کی تلاش میں قادیان سے ہوتا ہوا بٹالہ واپس آیا تھا آپ کے پاس کچھ پھل بطور تحفہ لایا۔ پھلوں میں انگور بھی تھے۔آپ نے انگور کھائے اور فرمایا انگور میں ترشی ہوتی ہے مگر یہ ترشی نزلہ کے لئے مضر نہیں ہوتی ۔ پھر آپ نے فرمایا ابھی میرا دل انگور کو چاہتا تھا سو خدا نے بھیج دیئے۔فرمایا کئی دفعہ میں نے تجربہ کیا ہے کہ جس چیز کو دل چاہتا ہے اللہ اسے مہیا کر دیتا ہے۔ پھر ایک دفعہ سنایا کہ مَیں ایک سفر میں جا رہا تھا کہ میرے دل میں پونڈے گنّے کی خواہش پیدا ہوئی مگر وہاں راستہ میں کوئی گنا میسر نہیں تھا مگر اللہ کی قدرت کہ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص ہم کو مل گیا جس کے پاس پونڈے تھے، اس سے ہم کو پونڈے مل گئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب محمدی بیگم کی شادی دوسری جگہ ہوگئی اور قادیان کے تمام رشتہ داروں نے حضرت صاحب کی سخت مخالفت کی اور خلاف کوشش کرتے رہے اور سب نے احمد بیگ والد محمدی بیگم کا ساتھ دیا اور خود کوشش کر کے لڑکی کی شادی دوسری جگہ کرا دی تو حضرت صاحب نے مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد دونوں کو الگ الگ خط لکھا کہ ان سب لوگوں نے میری سخت مخالفت کی ہے ۔ اب ان کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں رہا اور ان کے ساتھ اب ہماری قبریں بھی اکٹھی نہیں ہوسکتیں لہٰذا اب تم اپنا آخری فیصلہ کرو اگر تم نے میرے ساتھ تعلق رکھنا ہے تو پھر ان سے قطع تعلق کرنا ہوگا اور اگر ان سے تعلق رکھنا ہے تو پھر میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں رہ سکتا ۔میں اس صورت میں تم کو عاق کرتا ہوں ۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا مرزا سلطان احمد کا جواب آیا کہ مجھ پر تائی صاحبہ کے احسانات ہیں میں ان سے قطع تعلق نہیں کرسکتا۔مگر مرزا فضل احمد نے لکھا کہ میرا تو آپ کے ساتھ ہی تعلق ہے ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ۔ حضرت صاحب نے جواب دیا کہ اگر یہ درست ہے تو اپنی بیوی بنت مرزا علی شیر کو (جو سخت مخالف تھی اور مرزا احمد بیگ کی بھانجی تھی) طلاق دے دو ۔ مرزا فضل احمد نے فوراً طلاق نامہ لکھ کر حضرت صاحب کے پاس روانہ کر دیا۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ پھر فضل احمد باہر سے آکر ہمارے پاس ہی ٹھہرتا تھا مگر اپنی دوسری بیوی کی فتنہ پردازی سے آخر پھر آہستہ آہستہ ادھر جا ملا۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ فضل احمد بہت شرمیلا تھا ۔حضرت صاحب کے سامنے آنکھ نہیں اُٹھاتا تھا ۔حضرت صاحب اس کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ فضل احمد سیدھی طبیعت کا ہے اور اس میں محبت کا مادہ ہے مگر دوسروں کے پھسلانے سے اُدھر جا ملا ہے۔ نیز والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ جب فضل احمد کی وفات کی خبر آئی تو اس رات حضرت صاحب قریباً ساری رات نہیں سوئے اور دو تین دن تک مغموم سے رہے۔خاکسار نے پوچھا کہ کیا حضرت صاحب نے کچھ فرمایا بھی تھا ؟ والدہ صاحبہ نے کہا کہ صرف اس قدر فرمایا تھا کہ ہمارا اس کے ساتھ تعلق تو نہیں تھا مگر مخالف اس کی موت کو بھی اعتراض کا نشانہ بنالیں گے۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ محمدی بیگم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چچازاد بہن عمر النساء کی لڑکی ہے یعنی مرزا نظام الدین و مرزا امام الدین وغیرہ کی حقیقی بھانجی ہے ۔ ہماری تائی یعنی بیوہ مرزا غلام قادر صاحب محمدی بیگم کی سگی خالہ ہیں گویا مرزا احمد بیگ صاحب ہوشیار پوری جو محمدی بیگم کا والد تھا مرزا امام الدین وغیرہ کا بہنوئی تھا اس کے علاوہ اور بھی خاندانی رشتہ داریاں تھیں مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی حقیقی ہمشیرہ مرزا احمد بیگ کے بڑے بھائی مرزا غلام غوث صاحب کے ساتھ بیاہی گئی تھیں ۔ یہ بہت پُرانی بات ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ تمام رشتہ دار پرلے درجہ کے بے دین اور لامذہب تھے اور اسلام سے ان کو کوئی واسطہ نہیں تھا بلکہ شریعت کی ہتک کرتے تھے۔حضرت صاحب نے ان کی یہ حالت دیکھ کر خدا کی طرف توجہ کی کہ ان کیلئے کوئی نشان ظاہر ہو تا کہ ان کی اصلاح ہو یا کوئی فیصلہ ہو ۔اس پر خدا نے الہام فرمایا کہ احمد بیگ کی لڑکی محمدی بیگم کیلئے سلسلہ جنبانی کر ۔اگر انہوں نے منظور کر لیا اور اس لڑکی کی تیرے ساتھ شادی کر دی تو پھر یہ لوگ برکتوں سے حصہ پائیں گے۔ اگر انہوں نے انکار کیا تو پھر ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا ۔اور ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور خاص لڑکی کے والد کے متعلق فرمایا کہ وہ تین سال کے اندر بلکہ بہت جلدی مر جائے گا اور جس شخص کے ساتھ لڑکی کا نکاح ہوگا وہ بھی اڑھائی سال کے اندر مر جائے گا ۔ان دو مؤخر الذکر شخصوں کے متعلق جس طرح اللہ کا نشان پورا ہوا وہ حضرت مسیح موعود کی کتب میں متعدد جگہ درج ہے یعنی احمد بیگ اپنی لڑکی کے نکاح کے صرف چند ماہ بعد پیشگوئی کے مطابق اس جہاں سے رخصت ہوا اور مرزا سلطان محمد جس سے ان لوگوں نے محمدی بیگم کی شادی کروا دی تھی خدا کے عذاب سے خوف زدہ ہوا اور اسکے کئی رشتہ داروں کی طرف سے حضرت صاحب کے پاس عجز و نیاز کے خطوط آئے چنانچہ ان کا اپنا خط بھی جس میں انہوں نے حضرت صاحب کے متعلق عقیدت کا اظہار کیا ہے رسالہ تشحیذ الاذہان میں چھپ چکا ہے اس لئے سنت اللہ کے مطابق ان سے وہ عذاب ٹل گیا ۔ باقی رشتہ داروں کے متعلق عام پیشگوئی تھی اس کا یہ اثر ہوا کہ ان کے گھر جو پیشگوئی کے وقت آدمیوں سے بھرے ہوئے تھے بالکل خالی ہو گئے ۔ اور اب اس تمام خاندان میں سوائے ایک بچہ کے اور کوئی مرد نہیں اور وہ بچہ بھی احمدی ہو چکا ہے ۔اسکے علاوہ مرزا امام الدین کی لڑکی بھی عرصہ ہوا احمدی ہو چکی ہے ۔ پھر محمدی بیگم کی ماں یعنی بیوہ مرزا احمد بیگ اور مرزا احمد بیگ کا پوتا اور ہماری تائی یعنی محمدی بیگم کی خالہ سب سلسلہ بیعت میں داخل ہو چکے ہیں نیز محمدی بیگم کی سگی ہمشیرہ بھی احمدی ہوگئی تھی مگر اب فوت ہو چکی ہے ان کے علاوہ اور کئی رشتہ دار بھی احمدی ہو چکے ہیں اور جو ابھی تک سلسلہ میں داخل نہیں ہوئے وہ بھی مخالفت ترک کر چکے ہیں اور حضرت مسیح موعود کا یہ الہام کہ ہم اس گھر میں کچھ حسنی طریق پر داخل ہونگے اور کچھ حسینی طریق پر۔ اپنی پوری شان میں پورا ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اس حجرہ میں کھڑے تھے جو عزیزم میاں شریف احمد کے مکان کے ساتھ ملحق ہے۔ والدہ صاحبہ بھی غالباً پاس تھیں ۔میں نے کوئی بات کرتے ہوئے مرزا نظام الدین کا نام لیا تو صرف نظام الدین کہا حضرت مسیح موعود نے فرمایا میاں آخر وہ تمہارا چچا ہے اس طرح نام نہیں لیا کرتے ۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا امام الدین اور مرزا نظام الدین اور مرزا کمال الدین حضرت مسیح موعود کے حقیقی چچا مرزا غلام محی الدین صاحب کے لڑکے تھے اور ان کی سگی بہن جو ہماری تائی ہیں ہمارے تایا مرزا غلام قادر صاحب کے عقد میں آئی تھیں مگر باوجود ایسی قریبی رشتہ داری کے حضرت صاحب سے ان کو سخت مخالفت تھی جس کی بنیاد زیادہ تر دینی تھی ۔ یہ لوگ سخت دنیا دار اور بے دین تھے بلکہ مرزا امام الدین جو سرگروہ مخالفت تھا اسلام سے ٹھٹھا کیا کرتا تھا۔ اس وجہ سے ہمارا ان کے ساتھ کبھی راہ و رسم نہیں ہوا۔اسی بے تعلقی کے اثر کے نیچے میں نے صرف نظام الدین کا لفظ بول دیا تھا مگر حضرت صاحب کے اخلاق فاضلہ نے یہ بات گوارا نہ کی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ میں نے سنا کہ مرزا امام الدین اپنے مکان میں کسی کو مخاطب کر کے بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ بھئی (یعنی بھائی) لوگ (حضرت صاحب کی طرف اشارہ تھا) دکانیں چلا کر نفع اٹھا رہے ہیں ہم بھی کوئی دوکان چلاتے ہیں۔ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ پھر اس نے چوہڑوں کی پیری کا سلسلہ جاری کیا۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا اصل اور بڑا مخالف مرزا امام الدین ہی تھا اس کے مرنے کے بعد مرزا نظام الدین وغیرہ کی طرف سے ویسی مخالفت نہیں رہی ۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا امام الدین کی لڑکی جو مرزا سلطان احمد صاحب کے عقد میں ہیں اب ایک عرصہ سے احمدی ہو چکی ہیں ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ بیان کیا ہم سے قاضی امیر حسین صاحب نے کہ ایک دفعہ خواجہ کمال الدین صاحب سے میرا کوئی جھگڑا ہو گیا۔خواجہ صاحب نے مجھے کہا قاضی صاحب کیا آپ جانتے نہیں کہ حضرت صاحب میری کتنی عزت کرتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں میں جانتا ہوں کہ بہت عزت کرتے ہیں مگر میں آپ کو ایک بات سناتا ہوں اور وہ یہ کہ میں ایک دفعہ امرتسر سے قادیان آیا اور حضرت صاحب کو اطلاع دے کر حضور سے ملا ۔ قاضی صاحب کہتے ہیں کہ اس وقت تک ہم لوگوں نے تہذیب نہیں سیکھی تھی ۔جب ملاقات کرنی ہوتی تھی حضرت صاحب کو اطلاع دے کر اندر سے بلا لیا کرتے تھے یا حضرت صاحب خود سن کر باہر آجاتے تھے بعد میں یہ بات نہیں رہی اور ہم نے سمجھ لیا کہ رسول کو اس طرح نہیں بلانا چاہئے۔ خیر میں حضور سے ملا۔آپ نے شیخ حامد علی کو بلا کر حکم دیا کہ قاضی صاحب کے واسطے چائے بنا کر لاؤ۔مگر میں اس وقت بہت ڈرا کہ کہیں یہ خاطر تواضع اس طریق پر نہ ہو جس طرح منافقوں اور کمزور ایمان والوں کی کی جاتی ہے۔اور میں نے بہت استغفار پڑھا۔ یہ قصہ سنا کر میں نے خواجہ صاحب سے کہا کہ خواجہ صاحب آپ کی عزت بھی کہیں اسی طریق کی نہ ہو۔ چنانچہ میں آپ کو سناتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی آتا ہے کہ آپ کمزور ایمان والوں اور منافقوں کی بہت خاطر تواضع کیا کرتے تھے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آپ نے کچھ مال تقسیم کیا مگر ایک ایسے شخص کو چھوڑ دیا جس کے متعلق سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ وہ میرے خیال میں مومن تھا اور ان لوگوں کی نسبت زیادہ حقدار تھا جن کو آپ نے مال دیا چنانچہ سعد نے اس کی طرف آپ کو توجہ دلائی مگر آپ خاموش رہے۔ پھر توجہ دلائی مگر آپ خاموش رہے ۔ سعد نے پھر تیسری دفعہ آپ کو توجہ دلائی اس پر آپ نے فرمایا سعد تو ہم سے جھگڑا کرتا ہے۔خدا کی قسم بات یہ ہے کہ بعض وقت میں کسی شخص کو کچھ دیتا ہوں حالانکہ غیر اس کا مجھے اس سے زیادہ عزیز ہوتا ہے مگر میں اسے اس لئے دیتا ہوں کہ کہیں وہ منہ کے بل آگ میں نہ جا پڑے۔ یعنی تالیف قلب کے طور پر دیتا ہوں کہ کہیں اسے ابتلا نہ آجاوے ۔قاضی صاحب نے بیان کیا کہ جس کے ایمان کی حالت مطمئن ہو اسے اس ظاہری عزت اور خاطر مدارات کی ضرورت نہیں ہوتی اس کے ساتھ اور طریق پر معاملہ ہوتا ہے۔

(سیرۃ المہدی، جلد 1، صفحہ 25 تا 30، مطبوعہ قادیان 2007)

......☆......☆......☆......

شعبہ نور الاسلام کے تحت

اس ٹول فری نمبر پر فون کرکے آپ مسلم جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کرسکتے ہیں

ٹول فری نمبر : 1800 103 2131

اوقات: روزانہ صبح 8:30 بجے سے رات 10:30 بجے تک (جمعہ کے روز تعطیل)

جن خاندانوں میں مائیں نیک ہوں، نمازیں پڑھنے میں باقاعدہ ہوں، نظام جماعت کی پوری طرح اطاعت گزار ہوں اور اپنے بچوں کیلئے دعائیں کرنے والی ہوں تو ایسے گھروں کے بچے عموماً دین کی طرف رغبت رکھنے والے ہوتے ہیں

صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے پہلے ضروری ہے کہ خود اپنی زندگی متقیانہ ہو

کوئی احمدی عورت معاشرہ کی عورتوں کی طرح نہیں ہے

ایک نئے عزم کے ساتھ ہمت اور دعا سے کام لیتے ہوئے اپنے بچوں کی تربیت کی طرف توجہ دیں

37ویں جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر مورخہ 26/جولائی 2003ء کو اسلام آباد (برطانیہ) میں سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مستورات سے بصیرت افروز خطاب

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ-
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ- الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-
مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ- اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ-
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ-
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ-
قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ- اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (سورۃ الاحقاف:16)

دنیا میں ہر شخص چاہے مرد ہو یا عورت جب وہ شادی شدہ ہو جاتا ہے تو یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کے ہاں اولاد ہو اور صحتمند اولاد ہو جو ان کا نام روشن کرے، بڑے ہو کر ان کے کام آئے، اگر امیر ہے تو چاہے گا کہ بچہ بڑا ہو کر اسکے کاروبار کو سنبھالے، اسکی جائداد کی نگرانی کرے، اس کو مزید وسیع کرے، وسعت دے۔ اور اگر غریب ہے تو خواہش ہوگی، خاص طور پر غرباء کو بیٹوں کی خواہش ہوتی ہے کہ بیٹا ہو اور بڑا ہو کر اس کا سہارا بنے۔ لیکن ایک گروہ ایسا بھی ہے جس میں غریب بھی شامل ہیں، امیر بھی شامل ہیں جو ایسے لوگوں کا گروہ ہے جو دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور انکی یہی خواہش ہوتی ہے کہ ہمارا دین ہمیشہ دنیا پر مقدم رہے، اس کیلئے کوشش بھی کرتے ہیں۔ اور یہی گروہ کامیاب ہونے والوں کا گروہ ہے جنہوں نے خود بھی کوشش کی کہ وہ نیکیوں کا راستہ اپنائیں اور اپنے بچوں کی تربیت کی طرف بھی توجہ دیں، اور دیتے بھی ہیں۔ وہ راستہ اپنائیں جو خدا تعالیٰ کی رضا کا راستہ ہے اور دعاؤں سے اسکی مدد چاہتے ہوئے اپنی اولاد کی تربیت کرتے ہیں۔

یہ جو آیت مَیں نے پڑھی ہے یہ ایسے لوگوں ہی کے بارہ میں ہے۔ اس کا ترجمہ ہے: اس نے کہا اے میرے ربّ! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کر سکوں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی۔ اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جن سے تُو راضی ہو۔ اور میرے لئے میری ذرّیّت کی بھی اصلاح کردے۔ یقینا میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

جن خاندانوں میں مائیں نیک ہوں، نمازیں پڑھنے میں باقاعدہ ہوں، نظام جماعت کی اطاعت کرنے والی ہوں، اجلاسوں اجتماعوں وغیرہ میں باقاعدہ شامل ہونے والی ہوں، ہر قسم کے تربیتی پروگراموں میں اپنے کاموں کا حرج کر کے حصہ لینے والی ہوں، نظام جماعت کی پوری طرح اطاعت گزار ہوں اور سب سے بڑھ کر اپنے بچوں کیلئے دعائیں کرنے والی ہوں تو ایسے گھروں کے بچے پھر عموماً دین کی طرف رغبت رکھنے والے ہوتے ہیں اور ماں باپ کے بھی اطاعت گزار ہوتے ہیں اس لئے سب سے اہم اور ضروری چیز ہے کہ ماں باپ خود اپنے بچوں کیلئے نمونہ بنیں۔ پھر اس کی کچھ تفصیل ہے کہ کس طرح اس تربیت کے طریقہ کو آگے بڑھایا جائے، وہ مَیں آگے بیان کروں گا۔ لیکن ہر کام سے پہلے جو ہمیں یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ ’’میرے لئے میری ذریت کی بھی اصلاح کردے، یقینا مَیں تیری طرف ہی رجوع کرتا ہوں اور یقینا مَیں فرمانبراروں میں سے ہوں‘‘ کو ہر وقت پیش نظر رکھیں۔

اولاد کی خواہش کس غرض سے ہو

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جس درد کے ساتھ بچوں کی تربیت کیلئے ارشادات فرمائے ہیں ان میں سے چند اقتباسات مَیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ اس زمانے میں دنیا سے ٹکر لے کر جب ہم نے وقت کے امام کو مانا ہے تو اس کی تعلیمات پر عمل کرنے والے بھی ہوں اور اپنی اولادوں کی اصلاح کیلئے اسکے درد میں شامل ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’انسان کو سوچنا چاہئے کہ اسے اولاد کی خواہش کیوں ہوتی ہے؟ کیونکہ اس کو محض طبعی خواہش ہی تک محدود نہ کر دینا چاہئے کہ جیسے پیاس لگتی ہے یا بھوک لگتی ہے لیکن جب یہ ایک خاص اندازہ سے گزر جاوے تو ضرور اس کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اب اگر انسان خود مومن اور عبد نہیں بنتا ہے اور اپنی زندگی کے اصل منشاء کو پورا نہیں کرتا ہے اور پورا حق عبادت ادا نہیں کرتا بلکہ فسق و فجور میں زندگی بسر کرتا ہے اور گناہ پر گناہ کرتا ہے تو ایسے آدمی کی اولاد کی خواہش کیا نتیجہ رکھے گی۔ صرف یہی کہ گناہ کرنے کیلئے وہ اپنا ایک اور خلیفہ چھوڑنا چاہتا ہے۔ خود کون سی کمی کی ہے جو اولاد کی خواہش کرتا ہے۔

پس جب تک اولاد کی خواہش محض اس غرض کیلئے نہ ہو کہ وہ دیندار اور متقی ہو اور خدا تعالیٰ کی فرمانبردار ہو کر اس کے دین کی خادم بنے۔ بالکل فضول بلکہ ایک قسم کی معصیت اور گناہ ہے اور باقیاتِ صالحات کی بجائے اس کا نام باقیاتِ سَیِّئَات رکھنا جائز ہوگا۔

صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے پہلے ضروری ہے کہ خود اپنی اصلاح کرے

لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مَیں صالح اور خدا ترس اور خادم دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اس کا یہ کہنا بھی نرا ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہوگا جب تک کہ خود وہ اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ کرے۔ اگر خود فسق و فجور کی زندگی بسر کرتا ہے اور منہ سے کہتا ہے کہ مَیں صالح اور متقی اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو وہ اپنے اس دعویٰ میں کذاب ہے۔ صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے پہلے ضروری ہے کہ خود اپنی اصلاح کرے اور اپنی زندگی کو متقیانہ زندگی بنا دے تب اس کی ایسی خواہش ایک نتیجہ خیز خواہش ہوگی اور ایسی اولاد حقیقت میں اس قابل ہوگی کہ اس کو باقیات صالحات کا مصداق کہیں۔ لیکن اگر یہ خواہش صرف اس لئے ہو کہ ہمارا نام باقی رہے اور وہ ہمارے املاک و اسباب کی وارث ہو یا وہ بڑا نامور اور مشہور آدمی ہو، اس قسم کی خواہش میرے نزدیک شرک ہے۔

تو غرض مطلب یہ ہے کہ اولاد کی خواہش صرف نیکی کے اصول پر مبنی ہونی چاہئے۔ اس لحاظ سے اور خیال سے نہ ہو کہ وہ ایک گناہ کا خلیفہ باقی رہے۔ خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مجھے کبھی اولاد کی خواہش نہیں ہوئی تھی حالانکہ خدا تعالیٰ نے پندرہ یا سولہ برس کی عمر کے درمیان ہی اولاد دے دی تھی۔ یہ سلطان احمد اور فضل احمد اسی عمر میں پیدا ہو گئے اور نہ کبھی مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ بڑے بڑے دنیادار بنیں اور اعلیٰ عہدوں پر پہنچ کر مامور ہوں۔ غرض جو اولاد معصیت اور فسق کی زندگی بسر کرنے والی ہو اس کی نسبت تو سعدیؒ کا یہ فتویٰ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ پیش اَز پِدَر مُردہ بہ ناخَلَف۔

پھر ایک اور بات ہے کہ اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں۔ نہ کبھی ان کیلئے دعا کرتے ہیں اور نہ مراتب تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں۔‘‘ (الحکم، جلد 5 نمبر 35، مورخہ 24/ستمبر 1901ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں: ’’اولاد تو نیکوکاروں اور ماموروں کی بھی ہوتی ہے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد بھی دیکھو کس قدر کثرت سے ہوئی کہ کوئی گن نہیں سکتا مگر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اُن کا خیال اَور طرف تھا؟ بلکہ ہر حال میں خدا ہی کی طرف رجوع تھا۔ اصل اسلام اسی کا نام ہے جو ابراہیم کو بھی کہا کہ اَسْلِمْ، جب ایسے رنگ میں ہو جاوے تو وہ شیطان اور جذباتِ نفس سے الگ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کی راہ میں جان تک کے دینے میں بھی دریغ نہ کرے۔ اگر جان نثاری سے دریغ کرتا ہے تو خوب جان لے کہ وہ سچا مسلم نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ بے حد اطاعت ہو اور پوری عبودیت کا نمونہ دکھاوے یہاں تک کہ آخری امانت جان بھی دیدے۔ اگر بخل کرتا ہے تو پھر سچا مومن اور مسلم کیسے ٹھہر سکتا ہے؟‘‘

(ملفوظات، جلد سوم، صفحہ 601، جدید ایڈیشن)

اولاد کی تربیت کی فکر کریں

پھر آپ فرماتے ہیں کہ: ’’پھر ایک اور بات ہے کہ اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں۔ نہ کبھی ان کیلئے دعا کرتے ہیں اور نہ مراتب تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں۔‘‘

حضور فرماتے ہیں: ’’میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں مَیں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کیلئے دعا نہیں کرتا۔ بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بری عادتیں سکھا دیتے ہیں۔ ابتداء میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں تو ان کو تنبیہ نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوتے جاتے ہیں...... یاد رکھو کہ اس کا ایمان درست نہیں ہو سکتا جو اَقْرَب تعلقات کو نہیں سمجھتا، جب وہ اس سے قاصر ہے تو اور نیکیوں کی امید اس سے کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا یعنی خدا تعالیٰ تو ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما دے۔ اور یہ تب ہی میسر آسکتی ہے کہ وہ فسق و فجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں بلکہ عباد الرحمن کی زندگی بسر کرنے والے ہوں اور خدا کو ہر شے پر مقدم کرنے والے ہوں اور آگے کھول کر کہہ دیا وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ اولاد اگر نیک اور متقی ہو تو یہ ان کا امام ہی ہوگا۔ اس سے گویا متقی ہونے کی بھی دعا ہے۔‘‘

(ملفوظات، جلد اول، صفحہ 560 تا 563، جدید ایڈیشن)

بچپن میں نماز کی عادت ڈالیں اور دین سکھائیں

جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ عباد الرحمن بنائیں۔ بچپن سے اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں پیدا کریں۔ جب ذرا بات سمجھنے لگ جائیں تو جب بھی کوئی چیز دیں ابھی چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں تو یہ کہہ کر دیں کہ یہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے دی ہے، اللہ میاں نے دی ہے۔ شکر کی عادت ڈالیں۔ پھر آہستہ آہستہ سمجھائیں کہ جو چیز مانگنی ہے اللہ میاں سے مانگو۔ پھر نمازوں کی عادت بچپن سے ہی ڈالنی ضروری ہے۔ آج کل بعض محنتی مائیں اپنے بچوں کو پانچ ساڑھے پانچ سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کروا لیتی ہیں۔ اکثریت ایسی ماؤں کی ہے کہ سکول تو بچے کو ساڑھے تین چار سال کی عمر میں بھیجنے کی خواہش کرتی ہیں اور بھیج بھی دیتی ہیں اور بچے اس عمر میں فقرے بنا بھی لیتے ہیں اور لکھ بھی لیتے ہیں لیکن نماز اور قرآن سکھانے اور پڑھانے کے متعلق کہو تو کہتے ہیں کہ ابھی چھوٹا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ کس عمر میں آپ بچے کو نماز پڑھنے کیلئے کہیں اور سکھائیں۔

ہشام بن سعد سے روایت ہے کہ حماد بن عبداللہ

بن خبیر جہنی کے گھر گئے ۔انہوں نے اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ بچہ کب نماز پڑھنی شروع کرے ۔انہوں نے بتایا کہ ہمارے ایک آدمی نے بتایا تھا کہ حضور ﷺ سے یہ امر دریافت کیا گیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ بچہ جب اپنے دائیں ہاتھ اور بائیں ہاتھ میں تمیز کرنا جان لے تو اسے نماز کا حکم دو۔(سنن ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلوٰۃ)

تو آج کل تو چار پانچ سال کی عمر میں تمیز اور فرق بچہ کر لیتا ہے۔

پھر ایک حدیث ہے۔حضرت عمرو ابن شعیب سے مروی ہے کہ اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو۔ پھر دس سال کی عمر تک انہیں اس پر سختی سے کاربند کرو نیز ان کے بستر الگ الگ بچھاؤ۔(سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلوٰۃ)

اب یہاں اس حدیث میں ایک اور اہم نکتہ بھی تربیت کا بتا دیا کہ نماز کی ادائیگی کا جو حکم دو تو بچے اب ایسی عمر میں پہنچ رہے ہیں جہاں بچپن سے نکل کر آگے جوانی میں قدم رکھنے والے ہیں تو ان کے بستر بھی علیحدہ کر دو۔ چاہے جو مرضی مجبوری ہو بہر حال بچوں کو اس عمر میں علیحدہ سونا چاہئے۔اب ان کو علیحدہ سلاؤ۔ بہت ساری بیماریوں سے، بہت سی قباحتوں سے بچوں کو محفوظ کر لو گے۔ایک حیا ،ایک حجاب کا شعور ان میں پیدا ہوگا۔اور یہ بات پیدا کرنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ حیا بھی ایمان کا حصہ ہے۔تو نماز کی اہمیت کے بارہ میں ذکر ہو رہا ہے کہ کب بچوں کو عادت ڈالنی چاہئے جیسا کہ مَیں نے بیان کیا حدیثوں سے۔اب اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک اقتباس سناتا ہوں۔آپ فرماتے ہیں:

’’ایک خرابی تو یہ ہے کہ اَور تو ساری باتیں بچپن میں سکھانے کی خواہش کی جاتی ہے مگر دین کے متعلق کہتے ہیں کہ بچہ بڑا ہو کر سیکھ لے گا، ابھی کیا ضرورت ہے۔ بچے نے ابھی ہوش بھی نہیں سنبھالی ہوتی اور ڈاکٹر منع کرتا ہے کہ ابھی اسے پڑھنے نہ بھیجو مگر ماں باپ اسے سکول بھیج دیتے ہیں۔انکی خواہش یہی ہوتی ہے کہ وہ سال جو اس کے ہوش میں آنے کے ہیں اُن میں بھی کچھ نہ کچھ پڑھ ہی لے۔مگر نماز کیلئے جب وہ بلوغت کے قریب پہنچ جاتا ہے، تب بھی یہی کہتے ہیں ابھی بچہ ہے بڑا ہو کر سیکھ لے گا۔اگر یہ کہا جائے کہ بچے کو نماز کیلئے جگاؤ تو کہتے ہیں نہ جگاؤ، اس کی نیند خراب ہوگی۔لیکن اگر صبح امتحان کیلئے انسپکٹر نے آنا ہو تو ساری رات جگائے رکھیں گے۔گویا انسپکٹر کے سامنے جانے کا تو اتنا فکر ہوتا ہے مگر یہ فکر نہیں ہوتا کہ خدا کے حضور جانے کیلئے بھی جگا دیں۔تو بچے کو بچپن ہی میں دین سکھانا چاہئے۔جو لوگ بچوں کو بچپن میں دین نہیں سکھاتے تو ان کے بچے بڑے ہو کر بھی دین نہیں سیکھتے۔مگر مصیبت یہ ہے کہ دنیا کے کاموں کیلئے جو عمر بلوغت کی سمجھی جاتی ہے، دین کے متعلق نہیں سمجھی جاتی۔بچپن میں بچہ اگر چیزیں خراب کرے تو اسے ڈانٹا جاتا ہے لیکن اگر خدا کے دین کو خراب کرے تو کچھ نہیں کہا جاتا۔پس جب تک ماں باپ یہ نہ سمجھیں گے کہ دین سکھانے کا زمانہ بچپن ہے اور جب تک والدین نہ سمجھیں کہ ہمارا اثر بچپن ہی میں بچوں پر پڑ سکتا ہے، تب تک بچے دیندار نہیں بن سکیں گے۔اور پھر جب تک عورتیں بھی مردوں کی ہم خیال نہ بن جائیں گی، بچے دیندار نہیں ہوسکیں گے۔کیونکہ مرد ہر وقت بچوں کے ساتھ نہیں ہوتے۔بچے زیادہ تر ماؤں ہی کے پاس ہوتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ دین دار مائیں بھی بچوں کو دین سکھانے میں سستی کر جاتی ہیں۔نماز کا وقت ہو جائے اور بچہ سو رہا ہو تو کہتی ہیں ابھی اور سو لے۔ پس جب تک ماؤں کے ذہن نشین نہ کریں کہ بچوں کی دینی تربیت بچپن ہی میں ہو سکتی ہے، اس وقت تک ہرگز کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پس پہلی نصیحت تو یہ ہے کہ بچوں کی دینی تربیت بچپن ہی میں کرو اور بچپن ہی میں ان کو دین سکھاؤ تا کہ وہ حقیقی دیندار بنیں۔‘‘ (الازھار لذوات الخمار، صفحہ 127)

انتہائی بچپن میں نماز کے طریق سکھانے کے بارہ میں ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے اپنی خالہ کے گھر رات گزاری ۔رات کو آنحضرت ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے ۔مَیں بھی حضور کے ساتھ حضور کی بائیں جانب کھڑا ہوا۔حضور نے مجھے سر سے پکڑا اور مجھے اپنی دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ (صحیح بخاری، کتاب الاذان)

اب یہ نہیں کہا کہ کیوں میرے ساتھ کھڑے ہوئے ۔ساتھ یہ بھی تاکید کر دی کہ اگر دو آدمی ہوں تو امام کے ساتھ دوسرا دائیں طرف کھڑا ہو۔

پھر ایک روایت ہے ۔ابو یعقوب روایت کرتے ہیں کہ میں نے مصعب بن سعد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مَیں نے اپنے باپ کے پہلو میں نماز پڑھی تو رکوع کے جاتے ہوئے مَیں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر اپنے رانوں کے درمیان رکھ لیا۔اس پر میرے والد نے ایسا کرنے سے منع کیا اور انہوں نے بتایا کہ ہم ایسا کرتے تھے تو ہمیں ایسا کرنے سے منع کر دیا گیا تھا اور ہمیں حکم دیا گیا کہ اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھیں۔(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب وضع الکف علی الرکب فی الرکوع)

اب یہ بھی انتہائی بچپن میں چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں سکھانے والی جو بچوں کو سکھانی چاہئیں۔

پھر بچوں کی تربیت کیلئے ،ان کی دنیاوی تعلیم ہے جس میں آج کل بہت کوشش کی جاتی ہے اور ہونی بھی چاہئے۔تا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کو پورا کرنے والے ہوں کہ ’’میرے ماننے والے علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے۔‘‘اس میں دینی اور دنیاوی دونوں علوم شامل ہیں۔لیکن یہاں بھی بعض مائیں، یہ ساری باتیں مَیں وہ بیان کر رہا ہوں جو تجربے میں آتی ہیں، سامنے آتی ہیں، یہاں بھی بعض مائیں اکلوتے بچے یا اکلوتے بیٹے کو جو اچھا بھلا ذہین بھی ہوتا ہے شروع میں پڑھائی میں ٹھیک بھی ہوتا ہے بے جا لاڈ پیار کی وجہ سے کہ اکیلا بیٹا ہے، اس کے ناز نخرے اٹھائے جائیں، بگاڑ دیتی ہیں۔اور وہ پڑھائی اور ہر کام سے بالکل بیزار ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ گھر والوں پر اور معاشرے پر بوجھ بن جاتا ہے۔پھر فکر ہوتی ہے ماں باپ کو کہ ایک ہمارا بچہ ہے وہ بھی بگڑ گیا ہے، دعا کریں ٹھیک ہو جائے، اسکی اصلاح ہو جائے۔تو اگر شروع میں اس طرف توجہ ہوتی تو یہ صورت پیدا نہ ہوتی ۔ بہرحال خدا تعالیٰ ایسے بچوں کی بھی اصلاح کرے، انہیں سیدھے راستے پر چلائے اور ماں باپ کو بھی ان کی طرف سے سکون حاصل ہو۔لیکن جو بات مَیں کہہ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ دینی تعلیم و تربیت کی طرف بھی بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے اور خاص طور پر آج کل جبکہ ساری دنیا میں ہر ملک کا معاشرہ مادیت میں گھرا ہوا ہے تو بچے کو اپنے گھر کے ماحول میں زیادہ قریب لانے کی کوشش ہونی چاہئے۔ ماں باپ کا اپنے بچے کے ساتھ سلوک ایسا ہو کہ بچہ ایک ذاتی تعلق سمجھے ماں باپ کے ساتھ اور ماں باپ کو خود بھی ایک ذاتی تعلق ہو بچے کے ساتھ جو دوستی والا تعلق ہوتا ہے۔بچہ زیادہ سے زیادہ ان کی تربیت کے زیر اثر رہے۔

بچوں کو جماعتی نظام سے وابستہ کریں

پھر اللہ تعالیٰ کا جماعت پر یہ بھی احسان ہے کہ جماعت کی برکت سے ،ایک نظام کی برکت سے ہمیں جماعتی اور ذیلی تنظیموں کا نظام میسّر ہے۔تربیتی کلاسیں ہیں، اجتماع ہیں، جلسے وغیرہ ہوتے ہیں جہاں بچوں کی تربیت کا انتظام بھی ہے ۔لیکن یہاں بھی وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو بچوں کو اجلاسوں وغیرہ میں بھیجیں اور جن کا نظام کے ساتھ مکمل تعاون ہو اور جو اپنے بچوں کو نظام کے ساتھ، مسجد کے ساتھ، مشن کے ساتھ مکمل طور پر جوڑ کے رکھتے ہیں۔ بعض مائیں اپنے بچوں کو اجلاسوں وغیرہ میں اس لئے نہیں بھیجتیں کہ وہاں جا کر دوسرے بچوں سے غلط باتیں اور بدتمیزیاں سیکھتے ہیں۔ بہرحال یہ تو پتہ نہیں کہ وہ بدتمیزیاں یا غلط باتیں سیکھتے ہیں کہ نہیں لیکن ایسے بچے، بہرحال تجربے کی بات ہے، کہ ایسے بچے بڑے ہو کر دین سے بھی پرے ہٹتے دیکھے ہیں اور پھر وہ ماں باپ کے بھی کسی کام کے نہیں رہتے۔اس لئے غلط ماحول سے بچانے کیلئے ضروری ہے کہ بچوں کو نظام کے ماحول سے باندھ کر رکھیں۔

یہ حدیث سامنے رکھیں۔مسلم کی حدیث ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:’’ہر بچہ فطرت اسلامی پر پیدا ہوتا ہے۔پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔ (یعنی قریبی ماحول سے بچے کا ذہن متاثر ہوتا ہے)۔جیسے جانور کا بچہ صحیح و سالم پیدا ہوتا ہے کیا تمہیں ان میں کوئی کان کٹا نظر آتا ہے؟ (کیونکہ بعد میں پھر جانور کے بچوں کو عیب دار بناتے ہیں)(صحیح مسلم، کتاب القدر، باب معنی کل مولد یولد علی الفطر)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس ضمن میں فرماتے ہیں:’’یہ بات بالکل سچی بات ہے کہ انسان پاکیزہ فطرت لے کر آتا ہے۔لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ ماں باپ کے اثر کے ماتحت بعض بدیوں کے میلان کو بھی لے کر آتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ فطرت اور میلان میں فرق ہے۔فطرت تو وہ مادہ ہے جسے ضمیر کہتے ہیں۔یہ ہمیشہ پاک ہوتی ہے۔کبھی بد نہیں ہوتی۔خواہ ڈاکو یا قاتل کے ہاں بھی کوئی بچہ کیوں پیدا نہ ہو، اس کی فطرت صحیح ہوگی مگر یہ کمزوری اس کے اندر رہے گی کہ اگر اس کے والدین کے خیالات گندے تھے تو ان خیالات کا اثر اگر کسی وقت اس پر پڑے تو یہ ان کو جلد قبول کرنے کیلئے تیار ہو جائے گا۔ جیسا کہ مرضوں کا حال ہے کہ جو بیماریاں پختہ ہوتی ہیں اور جزو بدن ہو جاتی ہیں، انکا اثر بچوں پر اس رنگ میں آ جاتا ہے کہ ان بیماریوں کے بڑھانے والے سامان اگر پیدا ہو جائیں تو وہ اس اثر کو نسبتاً جلدی قبول کر لیتے ہیں۔ یہ اثر جو ایک بچہ اپنے ماں باپ سے قبول کر لیتا ہے، ان خیالات کا نتیجہ ہوتا ہے جو ماں باپ کے ذہنوں میں اس وقت جوش مار رہے ہوتے ہیں جب وہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں، گو یہ اثر نہایت ہی خفیف ہوتا ہے اور بیرونی اثرات بھی اس کو بالکل مٹا دیتے ہیں مگر اسلام نے اس باریک اثر کو نیک بنانے کا بھی انتظام کیا ہے۔اور وہ یہ کہ ماں باپ کو نصیحت کی ہے کہ جس وقت وہ علیحدگی میں آپس میں ملیں تو یہ دعا کر لیا کریں۔ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا۔ (مشکوٰۃ مجتبائی، صفحہ 214) اے خدا! ہمیں بد وساوس اور گندے ارادوں سے اور ان کے محرک لوگوں سے محفوظ رکھ اور جو ہماری اولاد ہو اس کو بھی ان سے محفوظ رکھ۔‘‘

(احمدیت یعنی حقیقی اسلام، صفحہ 163 تا 164)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’یہ بات بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ دینی علوم کی تحصیل کیلئے طفولیت کا زمانہ بہت ہی مناسب ہے (یعنی بچپن کا زمانہ بہت مناسب ہے اور موزوں ہے) جب ڈاڑھی نکل آئے تب ضَرَبَ یَضْرِبُ یاد کرنے بیٹھے تو کیا خاک ہوگا۔طفولیت کا حافظہ تیز ہوتا ہے ۔انسانی عمر کے کسی دوسرے حصہ میں ایسا حافظہ کبھی بھی نہیں ہوتا۔فرمایا: مجھے خوب یاد ہے کہ طفولیت کی بعض باتیں تو اب تک یاد ہیں لیکن پندرہ برس پہلے کی باتیں اکثر یاد نہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی عمر میں علم کے نقوش ایسے طور پر اپنی جگہ کر لیتے ہیں اور قویٰ کے نشوونما ہونے کے باعث ایسے دلنشین ہو جاتے ہیں کہ پھر ضائع نہیں ہو سکتے۔ بہرحال یہ ایک طویل امر ہے مختصر یہ کہ تعلیمی طریق میں اس عمر کا لحاظ اور خاص توجہ چاہئے کہ دینی تعلیم ابتدا سے ہی ہو اور میری ابتدا سے یہی خواہش رہی ہے اور اب بھی ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرے۔ دیکھو تمہاری ہمسایہ قوموں یعنی آریہ نے کس قدر حیثیت تعلیم کیلئے بنائی۔کئی لاکھ سے زیادہ روپیہ جمع کر لیا۔ کالج کی عالیشان عمارت اور سامان بھی پیدا کیا۔اگر مسلمان پورے طور پر اپنے بچوں کی تعلیم کی طرف توجہ نہ کریں گے تو میری بات سن رکھیں کہ ایک وقت ان کے ہاتھ سے بچے بھی جاتے رہیں گے۔‘‘

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 44 تا 45)

بچوں کو نیک ماحول دیں

تو جیسے کہ پہلے بھی مَیں کہہ چکا ہوں کہ بچوں کا علاوہ دنیاوی تعلیم کے مسجد کے ساتھ، نظام کے ساتھ بھی تعلق پیدا کریں تا کہ ان کو اچھا ماحول میسر ہو۔ایسا ماحول جو خدا اور خدا کے رسول کی محبت دلوں میں پیدا کرنے والا ماحول ہو۔اعلیٰ اخلاق مہیا کرنے والا ماحول ہو۔اب آپ یہ تو تجربہ کر چکے ہیں جو یہاں انگلستان میں رہنے والے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہجرت کے بعد جو بچے مسجد میں آنا شروع ہوئے ، نظام سے، حضور کی صحبت سے فائدہ اٹھایا، ان کی کایا پلٹ گئی۔اور دینی اور دنیوی دونوں لحاظ سے وہ کامیاب ہوئے۔اور تمام والدین کو اس کا تجربہ ہے اور برملا اس کا اظہار کرتے ہیں۔تو جو بچے باہر کے ماحول میں جائیں، آپ کے علم میں ہو کہ کہاں گئے ہیں۔کھیل کی گراؤنڈ میں گئے ہیں تو اس کے بعد سیدھے گھر واپس آئیں۔سکول گئے ہیں تو مغرب کے ماحول کا ان پر اثر تو نہیں ہو رہا۔اب تو خیر مشرق کا بھی یہی حال ہے مغرب والا۔بہرحال جوں جوں یہ نام نہاد نئی روشنی آ رہی ہے ماں باپ کیلئے زیادہ لمحہ فکریہ ہے۔بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ احمدی ماؤں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:’’میں احمدی ماؤں کو خصوصیت کے ساتھ اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے ننھے ننھے بچوں میں خدا پرستی کا جذبہ پیدا کریں اور اس کیلئے ہر وقت کوشاں رہیں۔ان کے سامنے ہرگز کوئی ایسی بات چیت نہ کریں جس سے کسی بد خُلق کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ اگر بچہ نادانی سے کوئی بات خلاف مذہب اسلام کرتا ہو، اسے فوراً روکا جائے۔اور ہر وقت اس بات کی کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت ان کے قلب میں جاگزیں ہو۔

اپنے بچوں کو کبھی آوارہ نہ پھرنے دو۔ان کو آزاد نہ ہونے دو کہ وہ حدود اللہ کو توڑنے لگیں۔ان کے کاموں کو انضباط کے اندر رکھو اور ہر وقت نگرانی رکھو۔ اپنے ننھے بچوں کو اپنی نوکرانیوں کے سپرد کر کے بالکل بے پرواہ نہ ہو جاؤ۔‘‘اب بعض دفعہ بعض ملکوں میں گھروں میں مسلمان بھی نہیں ہوتے میں کام کرنے والے، ان کے سپرد کر دیتے ہیں لڑکیوں کو جو بگاڑ پیدا کر رہے ہوتے ہیں، یا ایسا ہوتے ہیں ملازمین جن کو دین کا کوئی علم ہی نہیں ہوتا۔تو فرمایا: ’’کہ ملازموں کے سپرد کر کے بالکل بے پرواہ نہ ہو جاؤ کہ بہت سی خرابیاں صرف اسی ابتدائی غفلت سے پیدا ہوتی ہیں۔ ماں اپنے بچے کو باہر بھیج کر خوش ہوتی ہے کہ مجھے کچھ فرصت مل گئی ہے لیکن اسے کیا معلوم کہ میرا بچہ کن کن صحبتوں میں گیا اور مختلف نظاروں نے اس کے اندر کیا کیا

برے نقش پیدا کئے جو اس کی آئندہ زندگی کے لئے نہایت ضرر رساں ہو سکتے ہیں۔ پس احتیاط کرو کہ اس وقت کی تھوڑی سی احتیاط بہت سے آنے والے خطروں سے بچانے والی ہے۔ خود نیک اور خدا پرست بنو کہ تمہارے بچے بھی بڑے ہو کر نیک اور خدا پرست ہوں۔''

(الازھار لذوات الخمار، صفحہ 2)

پھر بچوں کی تربیت کا ایک اہم پہلو جیسا کہ کہا گیا ہے ان کے ماحول کو نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ اس بارہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ بچوں کو گھر میں ایسا ماحول دیں کہ وہ زیادہ تر ماں باپ کی صحبت میں گزاریں۔ لیکن بہر حال بچوں نے سکول بھی جانا ہے، کھیلنا بھی ہے، دوستوں سے بھی اٹھنا بیٹھنا ہے۔ تو دوست اور ماحول بھی بچے کے کردار پر بہت زیادہ اثر انداز ہو رہے ہوتے ہیں۔ اب یہ واقعہ عموماً بیان کیا جاتا ہے اکثر ہمارے لٹریچر میں ہے، سنا ہوگا کہ ایک کالج کے لڑکے نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے خیالات میں دہریت کا اثر پیدا ہوتا جا رہا ہے تو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ وہ جس جگہ بیٹھتا ہے اپنے کالج میں، جس سیٹ پر، وہ جگہ بدل لے۔ تو جگہ بدلنے سے خیالات میں بھی تبدیلی آ گئی۔ بعد میں پتہ چلا کہ جس لڑکے کے ساتھ اسکی سیٹ تھی کالج میں، وہ دہریہ خیالات کا لڑکا تھا۔ اور بغیر بات چیت کے بھی اس کے دہریہ خیالات کا اثر اس مسلمان لڑکے پر ہو رہا تھا۔ تو ماحول جو اثر ظاہراً ڈال رہا ہوتا ہے وہ خاموشی سے ذہن پر بھی اثر انداز ہو رہا ہوتا ہے۔

ایک حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی اپنے دوست کے زیر اثر ہوتا ہے۔ پس تم میں سے ہر ایک خیال رکھے کہ کسے دوست بنا رہا ہے۔ (جامع ترمذی، ابواب الزھد، باب ما جاء فی اخذ المال بحقہ)

بچوں کو بے جا لاڈ پیار سے احتراز کریں

پھر ایک ضروری بات یہ ہے جو بچوں کی تربیت میں مدنظر رہنی چاہئے، خاص طور پر لڑکوں کی تربیت میں۔ اکثر والدین لڑکوں کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ بعض تو لباس اور کھانے پینے وغیرہ میں بھی لڑکوں کو زیادہ فوقیت دیتے ہیں اور لڑکے لڑکی کے درمیان امتیازی سلوک ہو رہا ہوتا ہے۔ تو لڑکا اگر اپنی بہن پر ہاتھ اٹھاتا ہے اس صورت میں یا تو اس کو کچھ نہیں کہا جاتا، کوئی بات نہیں، لڑ لیا، پرواہ نہ کی۔ اگر بہن نے مارا لڑکے کو تو اس کو سزا مل جاتی ہے۔ یا پھر ایسے والدین اگر بچی کو روکتے بھی ہیں تو اس طریق پر روکتے ہیں کہ کہنا، نہ کہنا یا روکنا نہ روکنا برابر ہوتا ہے۔ پھر ایسے لڑکے لاڈ پیار میں بگڑتے چلے جاتے ہیں اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایسے لڑکے پھر نکھٹو، نکمے بن کر بیٹھے رہتے ہیں یا باہر پھر آئے۔ پانی کا گلاس بھی اگر پینا ہے تو دو فٹ چل کر پی نہیں سکتے۔ بہن سے کہیں گے، ماں سے کہیں گے کہ پانی پلا دو۔ اور ماں باپ آرام سے بیٹھے دیکھ رہے ہوتے ہیں، کوئی کچھ کہنے والا نہیں ہوتا۔ اور یہ کوئی چھوٹی برائی نہیں ہے، بڑے ہو کر اسکے بھیانک نتائج سامنے آتے ہیں۔ ماں باپ کیلئے دردِ سر بن جاتا ہے ایسا بچہ۔ ان کو فکر ہوتی ہے کہ ہمارے بعد اس کا کیا ہوگا۔ اگر صاحب جائیداد والدین ہیں تو پھر یہ فکر کہ ہمارے بعد یہ ساری جائیداد اُڑا دے گا۔ معاشرے پر بھی بوجھ ہے، نظام کے لئے بھی ہر وقت مشکل کھڑی کرنے والا ہوتا ہے۔ اور پھر کیونکہ بچپن سے ہی بہنوں کو دبا کر رکھنے اور ان کے حقوق کا خیال نہ رکھنے کی عادت ہوتی ہے تو پھر بہنوں کے جائیداد کے حصے بھی کھا جاتے ہیں۔ اور پھر علاوہ معاشی تنگی کے بعض لڑکیاں سسرال سے اور خاوندوں سے کچھ نہ لانے کے طعنے سنتی ہیں۔ تو یہ ایک ایسا خوفناک شیطانی چکر ہے جو ماں باپ کی ذرا سی غلطی سے دُور تک بدنتائج کا حامل ہوتا ہے۔ اور عموماً دیکھا گیا ہے کہ مائیں ہی ایسے لاڈ پیار کر کے بچوں کو بگاڑ رہی ہوتی ہیں اور الا ماشاء اللہ باپ بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی ایک بہت ہی پیارے انداز میں نصیحت ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''اولاد کیلئے ایسی تربیت کی کوشش کرو کہ ان میں باہم اخوت، اتحاد، جرأت، شجاعت، خود داری، شریفانہ آزادی پیدا ہو۔ ایک طرف انسان بناؤ، دوسری طرف مسلمان۔'' (خطبات نور، صفحہ 75)

بچوں سے عزت سے پیش آئیں

ایک حدیث میں آتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: اپنے بچوں سے عزت کے ساتھ پیش آؤ اور ان کی اچھی تربیت کرو۔ (سنن ابن ماجہ ابواب الادب باب بر الوالد)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا تھا کہ جو اپنے بچوں کے ساتھ شروع سے ہی عزت سے پیش آتے ہیں ان کے بچے بھی بڑے ہو کر ان کی عزت کرتے ہیں اور باہر دوسروں کی بھی عزت کرتے ہیں اور یہ سلسلہ آگے نسلاً بعد نسلٍ چلتا رہتا ہے۔ اس لئے بچوں کو معمولی اور حقیر سمجھ کر بے وجہ جھڑکنا نہیں چاہئے۔ اور جہاں تک ممکن ہو ان سے عزت کا سلوک کیا کرو۔

لیکن اس کے بھی غلط معنے لے لئے جاتے ہیں۔ عزت سے پیش آنے کا ہر گز یہ مطلب نہیں جو بعض لوگ غلط طور پر سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ کچھ نہیں کہنا۔ تو جہاں عزت سے پیش آؤ کا ارشاد ہے وہاں اچھی تربیت کا ارشاد بھی ساتھ ہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر بات میں سختی نہ کرو لیکن غلط کام پر بچوں کو سمجھاؤ بھی کیونکہ یہ تربیت کا حصہ ہے۔ اگر کسی بات پر لوگوں کے سامنے ڈانٹنا بچے کی نفسیات پر برا اثر ڈالتا ہے تو وہاں اسکو پیار سے سمجھا دینا، کسی غلط کام سے روکنا اس کی اصلاح کا باعث بنتا ہے۔ تو بعض چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں جن کی طرف مائیں نظر ہی نہیں کرتیں، توجہ ہی نہیں دیتیں اور یوں نظر انداز کر دیتی ہیں جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ مثلاً کسی کے گھر گئے ہیں، بچہ چیزیں چھیڑ رہا ہے یا چاکلیٹ یا اور کوئی کھانے کی چیز کھا کر پردوں یا صوفوں پر مل رہا ہے، کرسیوں سے ہاتھ پونچھ رہا ہے۔ گھر والے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہے ہوتے ہیں ایسی صورت میں کہ ماں کسی طرح اپنے بچے کو اس حرکت سے روکے۔ لیکن ماں اسکی طرف توجہ ہی نہیں دے رہی، دیکھنے کی روادار ہی نہیں ہوتی، یا دیکھ کر نظریں پھیر لیتی ہے کہ اس وقت اگر مَیں نے اس کو کچھ کہا تو بچے کی عزت نفس کچلی جائے گی اور شرمندہ ہوگا۔ یہ طریق بالکل غلط ہے۔ پھر بعض دفعہ یوں ہوتا ہے کہ بچے نے کوئی شرارت کی، بلاوجہ کسی دوسرے بچے کو مارا، یا کسی کی کوئی چیز توڑ دی تو ماں باپ بچے کو کہہ تو رہے ہوتے ہیں کہ یہ کیوں کیا لیکن ان کے چہرے پر جو تأثرات ہوتے ہیں اور ماں باپ کے ہونٹوں پر جو دبی دبی مسکراہٹ ہوتی ہے وہ بتا رہی ہوتی ہے کہ کوئی بات نہیں۔ بچہ بہت ہوشیار ہوتا ہے، یہ یاد رکھیں بچہ بڑا ہوشیار ہوتا ہے، وہ سب تأثرات دیکھ رہا ہوتا ہے اور اپنے ماں باپ کی ہر ادا سے واقف ہوتا ہے۔ تو اس طرح اس کی تربیت ہونے کی بجائے بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ ٹھیک ہے ایسی باتوں پر مار دھاڑ کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن چہرے پر ذرا سنجیدگی سی پیدا کر لینی چاہئے تاکہ بچے کو یہ احساس ہو کہ مَیں نے غلط کام کیا ہے۔

پھر دین کے معاملے میں بچپن سے ہی بچے کے دل میں اس کی اہمیت اور پیار اور عزت پیدا کریں۔ بعض دفعہ بچے ضد میں آ کر بڑی ناگوار بات کر جاتے ہیں۔ جہاں بہر حال بچے کو سمجھانے کیلئے ماں باپ کو سختی بھی کرنی پڑتی ہے۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جہاں ہر وقت یہ نصیحت فرما رہے ہیں کہ بچے سے نرمی کا سلوک کرو وہاں یہ مثال بھی ہے۔

حضرت اماں جانؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ قرآن شریف رحل پر رکھ کر پڑھ رہی تھیں۔ میاں مبارک صاحب، جو چھوٹے بچے تھے، ان سے کسی کام کیلئے کہہ رہے تھے اور ضد کر کے ہاتھ سے رحل کو دھکا دیا کہ پہلے میرا کام کر دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بے ادبی دیکھی تو انہیں تھپڑ دے مارا۔

اب یہاں دین کے معاملے میں کوئی رعایت نہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بچوں کو سزا دینے کے سخت مخالف تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے اپنے بچے کو عادتاً مارا تو آپ نے اسے بلا کر بڑے درد سے فرمایا: ''میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے۔ گویا بدمزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے۔ اگر کوئی شخص خود دار اور اپنے نفس کی باگ کو قابو دینے والا اور پورا متحمل اور بردبار اور باسکون اور باوقار ہو تو اسے البتہ حق پہنچتا ہے کہ کسی وقتِ مناسب پر کسی حد تک بچے کو سزا دے یا چشم نمائی کرے ...... جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کیلئے سوز دل سے دعا کرنے کو ایک فرض ٹھہرا لیں اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے۔''

(ملفوظات، جلد اول، صفحہ 308 تا 309)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہدایت اور تربیت حقیقی خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرک خفی ہے۔ اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہئے۔ ہم تو اپنے بچوں کیلئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آداب تعلیم کی پابندی کرواتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں۔ جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہوگا وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔''

(ملفوظات، جلد دوم، صفحہ 5)

اخلاقی تعلیم و تربیت کا طریق

اعلیٰ اخلاق کس طرح سکھائے جائیں اس بارہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ایک بڑی دلچسپ مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''بعض لوگ بچوں کو چڑانے کیلئے ہاتھ اٹھاتے ہیں کہ ماروں؟۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ ایک دو دفعہ کے بعد بچہ وہی شکل بنا کر اسی طرح ہاتھ اٹھا کر کہنے لگ جاتا ہے: ماروں؟ اسی طرح بعض احمق اپنے بچوں کو گالیاں دیتے ہیں، اسی طرح بچے آگے سے گالیاں دینے لگ جاتے ہیں۔ بعض عورتیں اپنے بچوں سے ہمیشہ منہ بنا کر اور تیوری چڑھا کر بات کرتی ہیں تو ان کے بچے بھی ہمیشہ منہ پھلا کر بات کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اسکے برخلاف جو عورتیں ہنس مکھ ہوں، بچوں سے نیک سلوک کی عادی ہوں، انکی اولاد بھی ویسی ہی ہنس مکھ ہوتی ہے۔ ماؤں کو چاہئے کہ وہ بچوں سے ایسا سلوک کریں جس کو نقل کرنے پر وہ ساری عمر ذلیل و خوار نہ ہوں اور ہمیشہ کیلئے ان کے اخلاق درست ہو جائیں۔

تو بچوں کو خوش اخلاق بنانا چاہئے، خوش مزاج بنانا چاہئے۔ پھر اچھے اخلاق میں تحمل مزاجی بھی ہے، تو بچپن سے ہی ماں باپ کو اس طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ بعض چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں جن کو اگر نہ کیا جائے تو بچوں کو جو رونے کی اور ہر وقت بلاوجہ رِیں رِیں کرنے کی عادت جو پڑ جاتی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔ مثلاً بچے کے دودھ یا کھانے کا وقت ہے، ماں کام کر رہی ہے، بچہ دودھ یا کھانا مانگتا ہے ماں کہتی ہے ٹھہرو مَیں یہ کام ختم کر لوں تمہیں دیتی ہوں۔ اب بچہ شاید دو منٹ تو صبر کر لے پھر وہ رونا شروع ہو جائے گا۔ بعض دفعہ اتنی چیخم دوڑ ہوتی ہے کہ لگتا ہے کہ آفت آ گئی ہے۔ تو پھر جب دو تین دفعہ اس طرح ہو تو بچہ سمجھ جاتا ہے کہ اب مَیں نے جو چیز بھی مانگنی ہے، جو کام بھی کرنا ہے اور جو کام کروانا ہے بغیر روئے کے نہیں ہو سکتا۔ اس طرح بچے کے اخلاق پر آہستہ آہستہ اثر ہو رہا ہوتا ہے اور وہ غیر محسوس طریقہ سے غصہ اور ضد کے اثر میں پروان چڑھ رہا ہوتا ہے۔

پھر بعض ماں باپ کسی بچے کو زیادہ لاڈ کر رہے ہوتے ہیں اور بعض کو کم۔ اور یہ فرق بعض دفعہ اتنا زیادہ ہو جاتا ہے کہ اردگرد کے ماحول کو بھی پتہ چل رہا ہوتا ہے۔ اس سے بھی بچے میں ضد اور اپنے بھائی یا بہن کے خلاف اندر ہی اندر ایک اُبال پیدا ہوتا رہتا ہے جو بعض اوقات بڑے ہو کر نفرت پر منتج ہو جاتا ہے۔ اگر یہ احساس کمتری لڑکی میں پیدا ہو جائے تو پھر علاوہ سسرال میں جا کر اپنی زندگی اجیرن کرنے کے بچوں کی تربیت پر بھی بعض اوقات اثر انداز ہوتا ہے۔ آگے اس سے نسل چلنی ہے۔ یہ احساس کمتری اسکی اولاد پر بھی اثر انداز ہوگا۔ اور یہ یاد رکھیں کہ احمدی ماں کا بچہ صرف اس کا بچہ نہیں بلکہ جماعت کا بچہ ہے اور صرف جماعت کا بچہ ہی نہیں بلکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کا بچہ بھی ہے۔ جس نے آپ ﷺ کی تعلیم کو، اعلیٰ اخلاق کو دنیا کے سامنے پیش کر کے ان کے دل جیتنے ہیں، ان کو اسلام کے جھنڈے تلے جمع کرنا ہے۔ پس ذرا سی غلطی سے نسل کو برباد نہ کریں۔

ایک حدیث ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے غلام ہبہ کیا اور چاہا کہ اس پر حضور ﷺ کی شہادت ہو۔ انہوں نے حضور ﷺ سے اس خواہش کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہارا کوئی اور بھی بیٹا ہے؟۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: کیا تو نے اسے بھی غلام ہبہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مَیں ایسے ظالمانہ عطیہ پر گواہ نہ بنوں گا۔ (سنن ابو داؤد، کتاب البیوع)

پھر ایک اور چھوٹی سے عادت ہے۔ کھانے کے آداب ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ بچے کھانا کھاتے ہوئے اتنا گند کر رہے ہوتے ہیں کہ جہاں مہمان جائیں وہ گھر والے جو فرنیچر اور پردوں وغیرہ کا ایسا حال ہو رہا ہوتا ہے کہ گھر والا کانوں کو ہاتھ لگا رہا ہوتا ہے کہ میری توبہ جو آئندہ اس خاندان کو اپنے گھر دعوت پر بلاؤں، بلکہ شاید باقی دعوتوں سے بھی توبہ کر لے۔ اور پھر اگر گھر والے کے اپنے بچے سلجھے ہوئے ہوں تو دوسرے بچوں کو دیکھ کر وہ بھی دھما چوکڑی شروع کر دیتے ہیں، اس میں شامل ہو جاتے ہیں جو میزبان کی تلملاہٹ کا اور بھی زیادہ باعث بن جاتا ہے۔ تو یہ کوئی چھوٹی چھوٹی باتیں نہیں ہیں جن کے متعلق کہا جائے کہ کوئی بات نہیں، بڑے ہو کر خود ہی آداب آ جائیں گے۔ بڑے ہو کر یہ آداب نہیں آیا کرتے۔ مَیں نے تو ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ بڑے ہو کر کھانے کی عادتیں ایسی پختہ ہو جاتی ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے ان کو چھوٹی بات نہیں سمجھا اور ہمیں اپنے عمل سے یہ آداب سکھائے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ پئے کیونکہ شیطان

بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔
(مسلم، کتاب الاشربۃ باب آداب الطعام والشراب)

پھر حضرت عمروؓ بن ابی سلمہ جو آنحضرت ﷺ کے ربیب تھے، بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں مَیں آنحضرت ﷺ کے گھر میں رہتا تھا، کھانا کھاتے وقت میرا ہاتھ تھالی میں پھرتی سے ادھر ادھر گھومتا تھا۔ حضور ﷺ نے میری اس عادت کو دیکھ کر فرمایا: ''اے بچے! کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔ اس وقت سے لے کر مَیں ہمیشہ حضورؐ کی اس نصیحت کے مطابق کھانا کھاتا ہوں۔'' (صحیح بخاری، کتاب الاطعمہ، باب التسمیۃ علی الطعام والاکل بالیمین)

حضرت عکراشؓ بیان کرتے ہیں کہ بنومرہ نے اپنے اموال صدقہ دے کر مجھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ جب مَیں مدینہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت حضورؐ مہاجرین اور انصار کے درمیان رونق افروز تھے۔ حضورؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور امّ سلمہؓ کے گھر لے گئے اور ان سے دریافت کیا: کوئی کھانے کی چیز ہے؟ انہوں نے ثرید کا پیالہ پیش کیا جس میں ثرید اور بوٹیاں کافی تھیں۔ ہم اس میں سے کھانے لگے۔ مَیں کبھی ادھر سے اور کبھی اُدھر سے کھاتا اور حضورؐ اپنے سامنے سے کھا رہے تھے۔ حضورؐ نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرا دایاں ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے عکراش! کھانا ایک جگہ سے کھاؤ، تمام کھانا ایک ہی طرح کا ہے۔ پھر ہمارے سامنے ایک طشت لایا گیا جس میں مختلف قسم کے کھجور یا ڈوکے تھے۔ مَیں تو سامنے سے کھانے لگا اور حضورؐ اپنی پسند کے مطابق کبھی اِدھر سے اور کبھی اُدھر سے چُن چُن کر کھاتے اور فرمایا: اے عکراش! اپنی پسند کی چُن چُن کر کھاؤ کہ مختلف اقسام کی ہیں۔ پھر پانی لایا گیا۔ حضورؐ نے اپنا ہاتھ دھویا اور اپنا گیلا ہاتھ اپنے چہرے، سر اور بازوؤں پر پھیرا اور فرمایا: اے عکراش! یہ آگ پر پکی ہوئی چیز کا وضو ہے یعنی کھانے کے بعد ہاتھ صاف کر لئے جائیں۔ (ترمذی، ابواب الاطعمۃ، باب ماجاء فی التسمیۃ علی الطعام)

اب دیکھیں یہاں صرف کھانے کے آداب ہی نہیں سکھائے بلکہ یہ بھی سکھایا ہے کہ کھانا کھا کر ہاتھ دھو لیا کرو۔ خاص طور پر سالن وغیرہ قسم کا کھانا یا ایسا کھانا جس سے تمہارے ہاتھوں میں چکنائی، چپچپاہٹ یا بو آ جائے۔ بعض لوگ جو ہاتھ نہیں دھوتے ان کے ہاتھوں سے یا ان کے پاس بیٹھ کر ایسی بو آ رہی ہوتی ہے کہ کھانا خواہ وہ خوشبو ہی کہلائے اور کھانا کھاتے ہوئے چاہے وہ خوشبو اچھی لگ رہی ہو لیکن ان کے ہاتھوں سے اُٹھتی ہوئی بہر حال اچھی نہیں لگ رہی ہوتی۔ تو یہ ہیں وہ آداب جو آنحضور ﷺ نے ہمیں سکھائے ہیں۔ اور یہ بچے کا حق ہے ماں باپ پر کہ وہ یہ تمام باتیں اپنے ماں باپ سے سیکھے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی کے بیٹے حسنؓ نے صدقہ کی ایک کھجور منہ میں ڈال لی تو حضورؐ نے فرمایا کہ: ''چھی چھی، تم جانتے نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔'' (صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب من تکلم بالفارسۃ والرطانۃ) اب اسکا عام طور پر یہ مطلب لیا جاتا ہے اور وہ ٹھیک ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ مجھ پر اور میری اولاد پر صدقہ حرام ہے۔ اور برصغیر میں ظاہراً سید اس کی بڑی پابندی کرتے ہیں۔ لیکن حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک اور تشریح بھی فرمائی ہے۔ فرمایا اس کا مطلب یہ تھا کہ تمہارا کام خود کام کر کے کھانا ہے نہ کہ دوسروں کیلئے بوجھ بننا۔ اب دیکھیں بچپن سے ہی کتنے سبق آپ ﷺ نے اپنے نواسے کو دے دیئے۔ اگر بچپن سے ہی یہ سوچ مائیں اپنے بچوں میں پیدا کریں تو آپ دیکھیں گے کہ احمدی معاشرے میں کچھ عرصہ بعد بھی کوئی ہاتھ مانگ کر کھانے والا نہیں ہوگا بلکہ کچھ کر کے کھانے والا اور کھلانے والا بن جائے گا۔

آنحضرت ﷺ کی بچوں سے شفقت اور کس طرح آپ سبق دیتے تھے، نصیحت کرتے تھے، اس بارہ میں ایک حدیث ہے کہ خالد بن سعید کی بیٹی ام خالد روایت کرتی ہیں کہ مَیں رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے باپ کے ساتھ زرد رنگ کی قمیص پہنے ہوئے گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سَنَہْ، سَنَہْ، واہ واہ کیا کہنے۔ (سَنَہْ حبشی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی حَسَنَۃٌ کے ہیں) یعنی یہ کپڑے تمہیں بہت اچھے لگ رہے ہیں۔ راویہ کہتی ہیں میں آگے بڑھی اور خاتم نبوت سے کھیلنے لگی۔ اس پر میرے والد نے مجھے ڈانٹا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے کھیلنے دو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا ان کپڑوں کو خوب پہن کر پرانے کر کے پھاڑنا۔
(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من ترک صبیۃ غیرہ حتی تعلب بہ اوقبلہا اومازحہا)

اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب بچے بلکہ ایسی چھوٹی عمر کے بچے جن کو ابھی بولنا بھی نہیں آتا جب کوئی نئے کپڑے پہنتے ہیں تو جن سے بے تکلف ہوں ضرور ان کو اشارے سے دکھاتے ہیں۔ اور اگر بڑا خود دیکھ کر بچے کے کپڑوں کی تعریف کرے، اسکی چیز کی تعریف کر دے تو بچے خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ آنحضرت ﷺ جو سراپا شفقت تھے، ہر ایک کے جذبات کا خیال رکھنے والے تھے، دنیا میں سب سے بڑھ کر محبت کرنے والے تھے جب آپ کے سامنے بچی جاتی ہے تو کمال شفقت سے اسکے کپڑوں کی تعریف کرتے ہیں تاکہ بچہ خوش ہو جائے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب آپ بچے کی تعریف کریں، اس سے محبت و شفقت کا سلوک کریں تو بچہ بے تکلف ہو کر کھیلتا ہے اور مختلف حرکات کرتا ہے اور راویہ کہتی ہیں کہ مَیں نے بھی بے تکلفی کا مظاہرہ کیا تو میرا باپ آنحضرت ﷺ کے مقام کو سمجھتا تھا اس کو برا لگا۔ باپ نے ڈانٹا کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے ادب سے رہو اور یہ وہ مقام نہیں ہے جہاں تم بے تکلف ہو کر کھیلنے کی کوشش کرو لیکن سراپا شفقت و محبت نے کمال شفقت سے فرمایا: نہیں کھیلنے دو۔ اور پھر اس کھیل ہی کھیل میں یہ نصیحت بھی فرما دی کہ اپنے ماں باپ سے روز روز نئے کپڑوں کا مطالبہ نہ کرنا۔ بلکہ ان کو خوب پہنو اور پرانے کرو۔ پیار ہی پیار میں یہ نصیحت بھی فرما دی کہ دنیاوی چیزوں کے بارہ میں حرص کو اپنے قریب نہ آنے دینا۔ تو یہ ہے وہ اسوہ جو ہر ماں باپ کو اپنے بچوں کی تربیت میں اپنانا چاہئے۔ اپنا دوست بھی بناؤ، اپنے قریب بھی کرو، اس قربت میں پیار سے بچوں کو نصیحت بھی کرو۔ یہ نہیں کہ ذرا بچے نے ضد کی تو نئے کپڑے لینے بازار دوڑے گئے یا کسی چیز کا مطالبہ کیا تو فوراً پورا کرنے کی کوشش کی۔ اپنے پر بوجھ لاد لیا۔ مقروض ہو گئے کہ بچوں کے جذبات ہیں ان کا خیال رکھنا ہے۔ بچوں کی تو بچپن سے جس رنگ میں تربیت کریں گے ان کو ویسی ہی عادت پڑ جائے گی۔

اسی طرح پیار سے نصیحت کرنے کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں ایک نصیحت کی تھی۔ فرماتے ہیں کہ بچپن میں مَیں ایک طوطا شکار کر کے لایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے دیکھ کر فرمایا: ''محمود اس کا گوشت حرام تو نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کھانے کیلئے ہی پیدا نہیں کیا۔ بعض خوبصورت جانور دیکھنے کیلئے ہیں کہ انہیں دیکھ کر آنکھیں راحت پائیں۔ بعض جانوروں کو عمدہ آواز دی ہے کہ ان کی آواز سن کر کان لذت حاصل کریں۔'' (تاریخ احمدیت، جلد چہارم، صفحہ 15، جدید ایڈیشن)

حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ اپنے بچوں کی کس طرح تربیت کیا کرتی تھیں۔ اس بارہ میں ان کی بیٹی سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ اصولی تربیت میں مَیں نے اس عمر تک بہت مطالعہ عام و خاص لوگوں کا کر کے بھی حضرت والدہ صاحبہ سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔ آپ نے دنیوی تعلیم نہیں پائی بجز معمولی اردو خواندگی کے۔ مگر آپ کے جو اصول اخلاق و تربیت ہیں ان کو دیکھ کر مَیں نے یہی سمجھا ہے کہ خاص خدا کا فضل اور خدا کے مسیح کی تربیت کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سب کہاں سے سیکھا۔ فرماتی ہیں کہ بچے پر ہمیشہ اعتبار اور بہت پختہ اعتبار ظاہر کر کے اس کو والدین کے اعتبار کی شرم اور لاج ڈال دینا یہ آپ کا بہت بڑا اصول تربیت ہے۔ پھر جھوٹ سے نفرت اور غیرت و غناء آپ کا اول سبق ہوتا تھا۔ ہم لوگوں سے بھی آپ ہمیشہ یہی فرماتی رہیں کہ بچے کو عادت ڈالو کہ وہ کہنا مان لے۔ پھر بے شک بچوں کی شرارت بھی آئے تو کوئی ڈر نہیں۔ جس وقت بھی روکا جائے گا باز آ جائے گا اور اصلاح ہو جائے گی۔ فرماتیں کہ اگر ایک بار تم نے کہنا ماننے کی پختہ عادت ڈال دی تو پھر ہمیشہ اصلاح کی امید ہے۔ یہی آپ نے ہم لوگوں کو سکھا رکھا تھا اور کبھی ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ ہم والدین کی عدم موجودگی میں بھی ان کے منشاء کے خلاف کر سکتے ہیں۔ حضرت ام المومنینؓ ہمیشہ فرماتی تھیں کہ میرے بچے جھوٹ نہیں بولتے اور یہی اعتبار تھا جو ہم کو جھوٹ سے بچاتا بلکہ زیادہ متنفر کرتا تھا۔ کہتی ہیں کہ مجھے آپؓ کا سختی کرنا کبھی یاد نہیں۔ پھر بھی آپ کا ایک خاص رعب تھا اور ہم بنسبت آپ کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دنیا کے عام قاعدہ کے خلاف بہت زیادہ بے تکلف تھے۔ یعنی ماں کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے زیادہ بے تکلفی تھی۔ فرماتی ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ حضور اقدس سے حضرت والدہ صاحبہ کی بے حد محبت و قدر کرنے کی وجہ سے آپ کی محبت میرے دل میں اور بھی بڑھ جایا کرتی تھی۔

بچوں کی تربیت کے متعلق ایک اصول آپ یہ بھی بیان فرمایا کرتی تھیں کہ پہلے بچے کی تربیت پر اپنا پورا زور لگاؤ، دوسرے ان کا نمونہ دیکھ کر خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔ تو یہ کیسے زریں اصول ہیں جن پر عمل کرنے سے واقعی بچوں کی کایا پلٹ سکتی ہے۔

چوہدری غلام قادر صاحب نمبردار اوکاڑہ 1909ء میں دہلی سیکنڈ کلرک تھے اور حضرت میر قاسم علی صاحب مرحوم بھی نائب ناظر تھے اور یہ دونوں صاحب دریا گنج کے مکان میں اکٹھے رہا کرتے تھے۔ یہیں خاندان مسیح موعود علیہ السلام ان ایام میں قیام پذیر ہوا تو حضرت میر صاحب کی زبانی یہ امر معلوم ہوا کہ حضرت ام المومنینؓ اپنے بچوں، بہو، بیٹیوں کی عبادات کے متعلق پوری توجہ سے نگرانی فرماتیں۔ اور نماز تہجد کا خاص اہتمام فرماتی ہیں اور ہمیشہ خاندان کے افراد کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نقش قدم پر چلنے کی تاکید فرماتی رہتی تھیں۔ (سیرت ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ صفحہ 393 تا 396)

تو اب یہ پوری جماعت جو ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خاندان ہی ہے۔ ہر ماں کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کی تربیت کریں۔

پس اے احمدی ماؤں، وہ خوش نصیب ماؤں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے اس زمانے کے امام کو پہچانا، اس کی اطاعت کا جوا اپنی گردنوں پر رکھا، دنیا کی مخالفت مول لی اور یہ عہد کیا کہ ہم ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اپنا اپنا جائزہ لیں اور دیکھیں کہیں ہم اس عہد سے دور تو نہیں جا رہے۔ ہمارا دین کو دنیا پر مقدم رکھنا صرف اپنی ذات تک ہی محدود ہو کر تو نہیں رہ گیا۔ کیا ہم اس کو آگے بھی بڑھا رہے ہیں، کیا ہم نے اس عہد کو آگے اپنی نسلوں میں منتقل کر دیا ہے۔ کیا ہماری گودوں میں پلنے والے عبادالرحمن اور صالحین کے گروہ میں شامل ہونے والے کہلانے کے حقدار ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے جو امانت ہمارے سپرد کی تھی، وہ امانت جو اللہ تعالیٰ نے ہماری کوکھوں سے اس لئے جنم دلوائی تھی کہ ہم آنحضرت ﷺ کی امت میں شامل کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور تحفہ کے طور پر پیش کر سکیں، انکی تربیت کی ہے۔ کیا ہم اور ہمارے بچے خیر امت کہلانے کے مستحق ہیں۔ اگر ہاں میں جواب ہے تو مبارک ہو۔ اگر نہیں تو یہ سب کچھ حاصل کرنے کیلئے آپ کو اپنی بھی اصلاح کرنی ہوگی۔ جہاں ضرورت ہو وہاں اپنے خاوندوں کو بھی دین کی طرف مائل کرنے کیلئے کوشش کرنی ہوگی۔ اپنے گھروں کے ماحول کو بھی ایسا پاکیزہ بنانا ہوگا جہاں میاں بیوی کا ماحول ایک نیک اور پاکیزہ ماحول کو جنم دے۔ اور یوں ہر احمدی گھرانہ ایک نیک اور پاکیزہ معاشرہ قائم کرنے والا بن جائے جس سے جو بچہ پیدا ہو، جو بچہ پروان چڑھے، وہ صالحین میں سے ہو۔ پس اپنی قدر و منزلت پہچانیں۔ کوئی احمدی عورت معاشرہ کی عام عورت کی طرح نہیں ہے۔ آپ تو وہ عورت ہیں جس کے بارہ میں خدا کے رسول نے یہ بشارت دی ہے کہ جنت تمہارے پاؤں کے نیچے ہے۔ اور کون ماں چاہتی ہے کہ اس کی اولاد دنیا و آخرت کی جنتوں کی وارث نہ بنے۔ پس ایک نئے عزم کے ساتھ ہمت اور دعا سے کام لیتے ہوئے اپنے بچوں کی تربیت کی طرف توجہ دیں۔ آپ تو خوش قسمت ہیں کہ خدا کے مقدس رسول اور مسیح پاک علیہ السلام کی دعائیں بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ اے اللہ تو ہماری مدد کر اور ہماری نسلوں کو بھی اسلام پر قائم رکھ۔ اللہ کرے کہ آپ سب اپنی اولادوں کی صحیح تربیت کرنے والی اور ان کے حقوق ادا کرنے والی ہوں۔ اب دعا کر لیں۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 29/اگست 2003ء)

ارشادِ نبوی ﷺ
اِرْشُدُوْا اَخَاكُمْ (اربعین اطفال)
(اپنے بھائی کو ہدایت کرو)
طالب دُعا: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود
وَسِّعْ مَكَانَكَ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام
Courtesy: Alladin Builders
e-mail: khalid@alladinbuilders.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 26 جون 2020 بطرز سوال وجواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کیا وصیت کی تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے وصیت کی تھی کہ جنگِ بدر میں شریک ہونے والے ہر ایک صحابی کو چار سو دینار ان کے ترکہ میں سے دیئے جائیں۔

سوال غزوہ تبوک کے موقع پر جب رسول اللہؐ نے صحابہؓ کو مالی قربانی کی تحریک فرمائی تو صحابہؓ نے کیا نمونہ دکھایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوبکرؓ اپنے گھر کا سارا مال لے آئے۔ آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ اپنے گھر والوں کیلئے بھی کچھ چھوڑا ہے؟ عرض کیا کہ گھر والوں کیلئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ اپنے گھر کا آدھا مال لے کر آئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ایک سو اَوقیہ دیئے۔

سوال حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ امہات المومنینؓ کی کس طرح خدمت کیا کرتے تھے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ سے ایک زمین چالیس ہزار دینار کے عوض خریدی اور ضرورت مندوں اور امہات المومنین میں تقسیم فرمادی۔ آپؓ امہات المومنینؓ کو ان کی سواریوں سمیت لے کر نکلتے۔ انہیں حج کراتے اور ان کے کجاووں پر پردے ڈالتے اور پڑاؤ کیلئے ایسی گھاٹیاں منتخب کرتے جن میں گزرگاہ نہ ہوتی تاکہ آزادی سے وہ پڑاؤ کرسکیں۔

سوال حضور انور نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی مالی قربانی کا کیا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک بار مدینے میں شام سے سات سو اونٹوں پر مشتمل خوردنی اشیاء کا قافلہ آیا جس سے ہر طرف شور مچ گیا۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا یہ شور کیسا ہے؟ عرض کیا کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کا سات سو اونٹوں کا قافلہ آیا ہے جس پر خوردنی اشیاء لدی ہوئی ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرمؐ سے سنا ہے کہ عبد الرحمٰنؓ جنت میں گھٹنوں کے بل داخل ہوگا۔ یہ بات سن کر آپ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ مَیں آپؓ کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ یہ سارا غلہ اور خوردنی اشیاء اور یہ سب باردانہ اور اونٹوں کے پالان تک میں نے راہِ خدا میں دے دیئے۔

سوال حضرت عمرؓ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے قرض کیوں لیتے تھے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے قرض مانگا۔ انہوں نے کہا، آپؓ مجھ سے ہی کیوں مانگتے ہیں۔ آپؓ بیت المال سے بھی قرض لے سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا اس لیے کرتا ہوں کہ شاید بیت المال کو رقم واپس کرنا بھول جاؤں اور کسی دوسرے سے لوں تو شاید وہ لحاظ یا کسی اَور وجہ سے مجھ سے رقم کا مطالبہ نہ کرے اور مَیں بھول جاؤں لیکن تم اپنی رقم مجھ سے مانگ کر بھی ضرور واپس لے لوگے۔

سوال آنحضرتؐ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو مالی قربانی اور اپنا مال پاک کرنے کے متعلق کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول اللہؐ نے فرمایا اے ابنِ عوف! تم جنت میں رینگتے ہوئے داخل ہوگے کیونکہ مالدار ہو۔ پس راہ خدا میں خرچ کرو تاکہ اپنے قدموں پر چل کر جنت میں داخل ہوسکو۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے عرض کیا کہ راہِ خدا میں کیا خرچ کروں؟ فرمایا جو موجود ہے خرچ کرو۔ عرض کیا، کیا سارا؟ فرمایا ہاں۔ آپؓ اس ارادہ سے نکلے کہ سارا مال راہ خدا میں دے دوں گا۔ پھر آنحضرتؐ نے انہیں بلوایا اور فرمایا کہ تمہارے جانے کے بعد جبرئیل آئے۔ انہوں نے کہا کہ عبدالرحمٰن کو کہو کہ مہمان نوازی کرے مسکین کو کھانا کھلائے سوالی کو دے اور دوسروں کی نسبت رشتہ داروں پر پہلے خرچ کرے۔ جب وہ ایسا کرے گا تو اس کا مال پاک ہوجائے گا۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کس طرح مالی قربانی کی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک بار انہوں نے اپنا آدھا مال جو چار ہزار درہم تھا راہ خدا میں دے دیا اور ایک مرتبہ چالیس ہزار درہم۔ ایک بار چالیس ہزار دینار راہ خدا میں صدقہ دیا۔ ایک دفعہ پانچ صد گھوڑے وقف کیے۔ پھر دوسری دفعہ پانچ سو اونٹ راہ خدا میں دیئے۔ ایک مرتبہ آپ نے امہات المومنینؓ کے حق میں ایک باغیچے کی وصیت فرمائی۔ اس باغیچے کی قیمت چار لاکھ درہم تھی۔

سوال حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اپنے ترکہ میں کتنی دولت چھوڑی تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ترکے میں ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں، سو گھوڑے چھوڑے تھے۔ آپ نے ترکے میں اتنا سونا چھوڑا جو کلہاڑیوں سے کاٹا گیا۔

سوال حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی وفات پر حضرت علیؓ نے کیا کہا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت علیؓ نے فرمایا ابنِ عوف اس جہان سے رخصت ہوگئے۔ انہوں نے دنیا کے چشمے سے صاف پانی پیا اور گدلا چھوڑ دیا۔ نیز فرمایا ابنِ عوف نے اچھا زمانہ پایا اور بُرے وقت سے پہلے چلے گئے۔

سوال حضور انور نے حضرت سعد بن معاذؓ کے کیا کوائف بیان فرمائے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت سعد بن مُعاذؓ انصار کے قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ آپؓ کے والد کا نام معاذ بن نعمان تھا اور والدہ کا نام کَبْشَہؓ بنتِ رَافِع تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کی مؤاخات حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے کی تھی۔

سوال آنحضرتؐ نے بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد مدینہ میں کس صحابی کو اسلامی تعلیمات سکھانے کے لیے بھیجا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپؐ نے حضرت مُصْعَب بن عُمَیرؓ کو جو قبیلہ عبدالدّار کے ایک نہایت مخلص نوجوان تھے، اسلامی تعلیمات سکھانے کے لیے بھیجا۔

سوال حضرت مصعب بن عمیرؓ کی تبلیغ سے مدینہ کے کون سے دو ذی اثر ورسوخ اصحاب نے اسلام قبول کیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت مصعب بن عمیرؓ کی تبلیغ کے نتیجہ میں مدینہ کے دو سرداروں حضرت اُسید بن حضیرؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ نے اسلام قبول کیا۔

سوال حضرت سعد بن معاذؓ نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو کس طرح اسلام کی دعوت دی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: سعدؓ نے اپنے قبیلے والوں سے پوچھا کہ اے بنی عبدالاشہل تم مجھے کیسا جانتے ہو؟ سب نے ایک زبان ہوکر کہا کہ آپ ہمارے سردار اور سردار ابن سردار ہیں اور آپ کی بات پر ہمیں کامل اعتماد ہے۔ سعدؓ نے کہا تو پھر میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں جب تک تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان نہ لاؤ۔ اس کے بعد سعدؓ نے انہیں اسلام کے اصول سمجھائے۔ کہتے ہیں کہ ابھی اس دن پر شام نہیں آئی تھی کہ تمام قبیلہ مسلمان ہوگیا۔

سوال حضرت سعد بن معاذؓ کو اسلام میں کیا پوزیشن حاصل تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: سَعد بن مُعاذؓ کو انصارِ مدینہ میں وہ پوزیشن حاصل تھی جو مہاجرین مکہ میں حضرت ابوبکرؓ کو حاصل تھی۔ اسلام میں اسے وہ پوزیشن حاصل ہوئی جو صرف خاص صحابہ کو حاصل تھی آپ کی جوانی کی موت پر آنحضرتؐ کا یہ ارشاد کہ سعدؓ کی موت پر تو رحمٰن کا عرش بھی حرکت میں آگیا ہے ایک گہری صداقت پر مبنی تھا۔

سوال حضرت سعد بن معاذؓ عمرے کی نیت سے جب مکہ گئے تو کس کے پاس ٹھہرے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت سعدؓ جب عمرے کی نیت سے مکہ گئے تو امیہ بن خلف کے پاس ٹھہرے۔

سوال آنحضرتؐ نے امیہ بن خلف کے متعلق کیا پیشگوئی فرمائی تھی اور وہ کس طرح پوری ہوئی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت سعدؓ طواف عمرہ کررہے تھے کہ اتنے میں وہاں ابوجہل آنکلا۔ اس نے حضرت سعد کو گالیاں دیں۔ حضرت سعد نے اسے کہا اگر تم نے مجھے طواف سے روکا تو میں تمہاری شام سے تجارت بند کروا دوں گا۔ امیہ نے کہا کہ اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔ حضرت سعدؓ کہنے لگے ہمیں ان باتوں سے رہنے دو۔ میں نے محمدؐ سے سنا ہے کہ امیہ کو یہی (ابوجہل) قتل کروانے والا ہے۔ امیہ نے کہا کیا مجھے؟ حضرت سعدؓ نے کہا ہاں۔ یہ سن کر امیہ بولا اللہ کی قسم! محمدؐ جب بات کہتے ہیں تو جھوٹی بات نہیں کہتے۔ پھر جب ابوجہل بدر کی طرف نکلا اور مدد طلب کرنے امیہ کے پاس آیا تو اس نے چاہا کہ وہ نہ نکلے مگر ابوجہل نے اسے کہا کہ تم اس وادی کے رؤسا میں سے ہو تو ایک دو دن کیلئے ہی ساتھ چلو۔ چنانچہ وہ ان کے ساتھ دو دن کیلئے چلا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قتل کرادیا۔

سوال جنگ بدر کے موقع پر حضرت سعد بن معاذؓ نے کس جوش وجذبے کا اظہار کیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت سعدؓ نے عرض کیا خدا کی قسم! جب ہم آپؐ کو سچا سمجھ کر آپؐ پر ایمان لے آئے ہیں تو پھر اب آپؐ جہاں چاہیں چلیں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں اور اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ اگر آپؐ ہمیں سمندر میں کود جانے کو کہیں تو ہم کود جائیں گے اور ہم میں سے ایک فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا اور آپؐ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم سب کو لڑائی میں صابر پائیں گے اور ہم سے وہ بات دیکھیں گے جو آپؐ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے گی۔

☆......☆......☆

قرآن مجید، احادیث نبویہ اور حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت السمیع کا تذکرہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 6/جون 2003 بطرز سوال وجواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ کے آغاز میں کون سی آیت کریمہ تلاوت فرمائی؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (128) تلاوت فرمائی۔ حضور انور نے فرمایا اس کا ترجمہ ہے، اور جب ابراہیم اُس خاص گھر کی بنیادوں کو استوار کررہا تھا اور اسماعیل بھی کہ اے ہمارے ربّ! ہماری طرف سے قبول کرلے۔ یقیناً تو ہی بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

سوال امام راغب نے اللہ تعالیٰ کی صفت السمیع کے کیا معنی بیان فرمائے ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: علامہ راغب نے اللہ تعالیٰ کی صفت سمیع کے بارہ میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اَلسَّمْعُ کا لفظ منسوب کرتے ہیں تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا سنائی جانے والی اشیاء کے بارے میں علم ہونا اور ان کے بارہ میں جزا دینے کا ارادہ کرنا ہوتا ہے۔

سوال بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بہت پکارا لیکن ہماری دعا سنی نہیں گئی انہیں حضور نے کیا جواب دیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ہماری پکار سے یا ہماری دعا سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو اس بات کا علم ہے کہ ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے یا نہیں۔ اگر حقیقت میں ہمارا شمار اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں میں ہو تو یہ بات دعا کرتے ہوئے مدنظر رہنی چاہئے کہ جہاں وہ سمیع ہے، علیم بھی ہے۔ ہمارا کام صرف مانگنا ہے اور اکثر جب ہماری فریادوں کو اللہ تعالیٰ سنتا ہے وہاں اگر اپنے بندے کی کسی دعا کو اس صورت میں جس میں کہ بندہ مانگ رہا ہے ردّ بھی کردیتا ہے تو اسے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک بزرگ کی قبولیت دعا کا کیا واقعہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک بزرگ تیس سال تک دعا مانگتے رہے۔ روز ان کو یہی جواب ملتا تھا کہ نہیں منظور۔ اور صرف تین دن ان کے ایک مرید نے ان کے پاس بیٹھ کر جو بے صبری کا مظاہرہ کیا تو وہ رو پڑے کہ مَیں تو اتنے عرصہ سے یہ دعا مانگ رہا ہوں اور میرا کام تو مانگنا ہے مانگتا چلا جاؤں گا۔ اس بات پر بزرگ پر کشفی کیفیت طاری ہوئی اور وہ نظارہ مرید نے بھی دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا جواب تھا کہ اس عرصہ میں جتنی دعائیں ہیں سب قبول ہوئیں۔

سوال حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے آیت کریمہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ کی کیا تشریح بیان فرمائی؟

جواب حضور رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ انبیاء ہی کی شان ہے کہ وہ کام کے ساتھ ساتھ دُعائیں بھی کرتے چلے جاتے ہیں۔ لوگ تھوڑا سا کام کرتے ہیں تو فخر کرنے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھو کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔ یہ کتنی بڑی قربانی تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ

السلام نے کی۔ مگر اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے اور کہتے ہیں کہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اے اللہ! ہم ایک حقیر ہدیہ تیرے حضور لائے ہیں، تُو اپنے فضل سے چشم پوشی فرما کر اسے قبول فرمالے۔

سوال حضرت مصلح موعودؓ نے آیت کریمہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ سے کیا نتیجہ نکالا؟

جواب حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا: اس آیت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بیت اللہ بنانے کے درحقیقت دو حصے ہیں۔ ایک حصہ بندے سے تعلق رکھتا ہے۔ اور دوسرا حصہ خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے۔ کئی مسجدیں ایسی ہیں جو بادشاہوں اور شہزادوں نے بنائیں مگر آج وہ ویران پڑی ہیں۔ اس لئے کہ انسان نے تو مسجدیں بنائیں مگر خدا نے انہیں قبول نہ کیا۔ پس حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کہتے ہیں کہ اے خدا! ہم نے تیرا گھر بنایا ہے اِسے تُو قبول فرما۔ اور تُو سچ مچ اس میں رَہ پڑ۔ اور جب خدا کسی جگہ بس جائے تو وہ کیسے اُجڑ سکتا ہے!۔ گاؤں اُجڑ جائیں تو اُجڑ جائیں شہر اُجڑ جائیں تو اُجڑ جائیں۔ مگر وہ مقام کبھی اُجڑ نہیں سکتا جس جگہ خدا بَس گیا ہو۔

سوال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت کیا کیا دعائیں کی تھیں؟

جواب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں: حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت سات دعائیں کی ہیں اوّل: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا۔ دوم: رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا یعنی اے ہمارے ربّ! اپنا ہی ہمیں فرمانبردار بنادے اور ہماری اولاد سے ایک گروہ مُعَلِّمُ الْخَيْرِ بنا جو تیرا فرمانبردار ہو اور دکھا ہمیں اپنی عبادت گاہیں اور طریق عبادت۔ سوم: وَاجْنُبْنِي وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔ بچالے مجھے اور میری اولاد کو کہ بُت پرستی کریں۔ چہارم یہ کہ وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ اور رزق دے مکہ والوں کو پھلوں سے۔ پنجم: فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ کچھ لوگوں کے دل اس شہر کی طرف جھکا دے۔ ششم: وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ان میں عظیم الشان رسول بھیج۔ ہفتم: اِجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا اِس شہر کو امن والا بنا۔

سوال ان دعاؤں کی قبولیت کا قرآن کریم کی کن آیات میں ذکر ہے؟

جواب حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا: قرآن کریم میں ان دعاؤں کے قبول ہونے کا ذکر آیاتِ ذیل میں ہے: اوّل: جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو عزت والا اور حرمت والا بنایا۔ دوم: وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ اور بے ریب برگزیدہ کیا ہم نے اسے اسی دنیا میں اور بے ریب آخرت میں وہ صالحین میں ہے۔ سوم: طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ یعنی ستھرا رکھو اس میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اِعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے۔ چہارم: اَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوْعٍ کھانا دیا ان کو بھوک کے بعد۔ پنجم: وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ۔ بیت اللہ کو لوگوں کیلئے جُھنڈ در جُھنڈ آنے کی جگہ بنایا۔ ششم: هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اللہ وہ ہے جس نے بھیجا مکہ والوں میں رسول، انہی میں سے۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ ہفتم: وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا اور جو داخل ہوا مکہ میں، ہوا امن پانے والا۔

سوال حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت ابراہیمؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کیا کیا مشابہتیں بیان فرمائیں؟

جواب حضورؑ نے فرمایا: جس طرح حضرت ابراہیمؑ خانہ کعبہ کے بانی تھے۔ ایسا ہی ہمارے نبیؐ خانہ کعبہ کی طرف تمام دنیا کو جھکانے والے تھے اور حضرت ابراہیمؑ نے خدا کی طرف جھکنے کی بنیاد ڈالی تھی۔ لیکن ہمارے نبیؐ نے اس بنیاد کو پورا کیا۔ حضرت ابراہیمؑ اُس قوم میں پیدا ہوئے تھے جن میں توحید کا نام ونشان نہ تھا اور کوئی کتاب نہ تھی۔ اسی طرح ہمارے نبیؐ اُس قوم میں پیدا ہوئے جو جاہلیت میں غرق تھی۔ اور کوئی ربانی کتاب اُن کو نہیں پہنچی تھی۔ خدا نے ابراہیم کے دل کو خوب دھویا اور صاف کیا تھا یہاں تک وہ خویش اور اقارب سے بھی خدا کے لئے بیزار ہو گیا اور دنیا میں بجز خدا کے اس کا کوئی بھی نہ رہا۔ ایسا ہی باوجودیکہ مکّہ میں کوئی ایسا گھر نہ تھا جس سے آنحضرتؐ کو کوئی شعبہ قرابت نہ تھا۔ مگر خالص خدا کی طرف بلانے سے سب کے سب دشمن ہو گئے اور بجز خدا کے ایک بھی ساتھ نہ رہا۔ پھر خدا نے جس طرح ابراہیم کو اکیلا پا کر اِس قدر اولاد دی جو آسمان کے ستاروں کی طرح بے شمار ہو گئی۔ اسی طرح آنحضرتؐ کو اکیلا پا کر بے شمار عنایت کی۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رات کو جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کے بعد کیا کہتے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ رات کو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور پھر کہتے ”اے اللہ تو اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے اور تیرا نام برکت والا ہے اور تیری شان بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں“۔ اس کے بعد آپ تین دفعہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے اور پھر تین دفعہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا کہتے اور پھر یہ دعا کرتے ”مَیں دھتکارے ہوئے شیطان کے وساوس اور اس کے شکوک وشبہات ڈالنے سے سَمِيْع اور عَلِيْم خدا کی پناہ میں آتا ہوں۔“

سوال آنحضرتؐ نے حضرت انسؓ کیلئے کیا دعا کی تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ انس آپ کا خادم ہے۔ آپؐ اس کے لئے دعا کریں۔ آپؐ نے اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَبَارِكْ لَهٗ مَا اَعْطَيْتَهٗ کی دعا کی کہ اے اللہ تو اسکے اموال واولاد کو پھیلا دے اور جو کچھ تُو نے اسے دیا ہے اس میں برکت دے۔

سوال حضور انور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبولیت دعا کا کیا واقعہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: بشیر احمد میرا لڑکا آنکھوں کی بیماری سے ایسا بیمار ہو گیا تھا کہ کوئی دوا فائدہ نہیں کر سکتی تھی اور بینائی جاتے رہنے کا اندیشہ تھا۔ جب شدت مرض انتہا تک پہنچ گئی تب مَیں نے دعا کی تو الہام ہوا ”بَرَّقَ طِفْلِيْ بَشِيْر“ یعنی میرا لڑکا بشیر دیکھنے لگا۔ تب اسی دن یا دوسرے دن وہ شفایاب ہو گیا۔ یہ واقعہ بھی قریباً سو آدمی کو معلوم ہوگا۔

سوال حضور انور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کون سے الہامات بیان فرمائے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: پھر آپؑ کے کچھ الہامات ہیں: سَلَامٌ عَلَيْكَ جُعِلْتَ مُبَارَكًا سَمِعَ اللّٰهُ اِنَّهٗ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ تجھ پر سلام۔ تو مبارک کیا گیا۔ خدا نے دعا سن لی۔ وہ دعاؤں کو سنتا ہے۔ پھر الہام ہے: ”قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ اُجِيْبَتْ دَعْوَتُكَ۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِيْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ نے تیری دعا سن لی۔ تیری دعا قبول کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور وہ جو نیکی کرتے ہیں۔

☆……☆……☆

وصایا منظوری سے قبل اس لیے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر ہذا کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

مسل نمبر 10079: مَیں عشرت جہاں زوجہ مکرم بی انصار احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 40 سال پیدائشی احمدی، ساکن ہاؤس نمبر 94-10 چنتہ کنٹہ ضلع محبوب نگر صوبہ تلنگانہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 6/اپریل 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر -/15,000 روپئے، زیور طلائی 3.50 تولہ 22 کیریٹ، زیور نقرئی 6 تولہ۔ میرا گزارہ آمداز جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: بی انور احمد　　الامۃ: عشرت جہاں　　گواہ: طارق احمد گلبرگی

مسل نمبر 10080: مَیں صوبیہ رخسار زوجہ مکرم بی ابرار احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 23 سال پیدائشی احمدی، ساکن ہاؤس نمبر 94-10 چنتہ کنٹہ ضلع محبوب نگر صوبہ تلنگانہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 6/اپریل 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی 4 تولہ 22 کیریٹ، زیور نقرئی 4 تولہ، حق مہر -/1,00,000 روپئے۔ میرا گزارہ آمداز جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: بی ابرار احمد　　الامۃ: صوبیہ رخسار　　گواہ: طارق احمد گلبرگی

مسل نمبر 10081: مَیں بی. ابرار احمد ولد مکرم بی منور احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 26 سال پیدائشی احمدی، ساکن ہاؤس نمبر 94-10 چنتہ کنٹہ ضلع محبوب نگر صوبہ تلنگانہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 1/اپریل 2020 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمداز ملازمت ماہوار -/8000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: بی انور احمد　　العبد: بی ابرار احمد　　گواہ: طارق احمد گلبرگی

مسل نمبر 10082: مَیں امینہ بیگم زوجہ مکرم محمد شریف صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 30 سال پیدائشی احمدی، موجودہ پتا: نندی بیور (ہرپان ہالی) ضلع بلاری صوبہ کرناٹک، مستقل پتا: بیجاپور صوبہ کرناٹک، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 20/نومبر 2019 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: نکلیس، بالی، انگوٹھی (کل وزن 3 تولہ 22 کیریٹ)، حق مہر -/26,000 روپئے وصول شد۔ میرا گزارہ آمداز جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد شریف احمد　　الامۃ: امینہ بیگم　　گواہ: طارق احمد

مسل نمبر 10083: مَیں محمد کامل احمد ولد مکرم محمد انور احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان طالب علم عمر 19 سال پیدائشی احمدی، ساکن B6/1 (HMP کالونی) شاہ آباد ضلع گلبرگہ صوبہ کرناٹک، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 12/اپریل 2019 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمداز جیب خرچ ماہوار -/600 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: نور الحق خان　　العبد: محمد کامل احمد　　گواہ: طارق احمد گلبرگی

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly **BADAR** Qadian

Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-20 Vol. 69 Thursday 6 - August - 2020 Issue. 32

MANAGER
NAWAB AHMAD
Mobile : +91 94170 20616
e -mail:managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.700/- (Per Issue : Rs.11/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

جس قدر فیض اور برکات کوئی شخص حاصل کرسکتا ہے اور جس قدر تقرب الی اللہ پاسکتا ہے وہ صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت اور کامل محبت سے پاسکتا ہے ورنہ نہیں

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 31/جولائی 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج صبح ہم نے عید بھی پڑھی ہے اور آج جمعہ بھی ہے جب عید اور جمعہ ایک دن جمع ہو جائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ملتا ہے کہ جو لوگ چاہیں جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز ادا کرلیں اس کی اجازت ہے مگر ساتھ ہی آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم تو جمعہ پڑھیں گے۔ آپ نے جمعہ پڑھا تھا اس لئے میں نے امیر صاحب کو اس کی روشنی میں یہی کہا تھا کہ جو ظہر کی نماز پڑھنا چاہیں بیشک ظہر کی نماز باجماعت پڑھ لیں اور جمعہ نہ پڑھیں۔ ویسے بھی آجکل کے حالات میں زیادہ لوگ جمع تو ہو نہیں سکتے مسجد میں، گھروں میں ہیں اور گھروں میں اگر فارغ ہیں تو پھر جمعہ جس طرح پہلے پڑھتے تھے اس طرح اب بھی پڑھ سکتے ہیں، پڑھ لیں اور جن کی مصروفیت ہے وہ ظہر کی نماز بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن ہم یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی پیروی میں آج جمعہ پڑھ رہے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کے زمانے میں اسی طرح ایک دفعہ عید الاضحیٰ بھی آئی اور جمعہ بھی تو مختلف لوگوں نے اپنی دلیلیں پیش کیں کہ ظہر کی نماز پڑھنی چاہیے جمعہ نہیں ہونا چاہیے۔ آپ نے بڑا اچھا اس کا جواب دیا کہ ہمارا رب کیسا سخی ہے کہ اس نے ہمیں دو دو عیدیں دی ہیں۔ اب جس کو دو دو چُپڑی ہوئی چپاتیاں ملیں وہ ایک کو کیوں ردّ کرے گا وہ تو دونوں لے لے گا سوائے اس کے کہ اسے کوئی خاص مجبوری پیش آجائے اور اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے کہ اگر کوئی مجبور ہو کر ظہر کی نماز پڑھ لے، جمعہ نہ پڑھے تو دوسرے کو نہیں چاہئے کہ اس پر طعن کرے اور بعض لوگ ایسے ہیں جنہیں دونوں نمازیں ادا کرنے کی توفیق ہو تو دوسرے کو نہیں چاہئے کہ ان پر اعتراض کرے اور کہے کہ انہوں نے رخصت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

حضور انور نے فرمایا: بہرحال جیسا کہ میں نے کہا کہ ہم جمعہ پڑھ رہے ہیں آج، لیکن خطبہ مختصر دوں گا اس کے لئے میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ اقتباسات لئے ہیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعثت کے مقصد کو بیان فرمایا ہے۔ اپنی جماعت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننے اور حقیقت میں زندہ نبی ہونے کے بارے میں بھی بڑا پُر معارف ارشاد فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور مرتبہ کو بھی بیان فرمایا ہے۔ ہمارے مخالفین ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو کم کرتے ہیں۔ ہمارے مخالفین اسمبلیوں میں، پاکستان میں یہ قراردادیں پاس کروا کر بڑا فخر کر رہے ہیں کہ دیکھو ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ خاتم النبیین کے لفظ کو لکھنا لازمی قرار دے کر کیسا زبردست آپ سے محبت کا اور آپ کے مقام کا اظہار کیا ہے۔ اگر ان کے دل بھی حقیقت میں ان کی اس بات کی گواہی دے کر انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرنے والا بنا رہے ہیں تو یقیناً بڑی اچھی بات ہے لیکن ان کے عمل نے تو انہیں اس سے کوسوں دور کر دیا ہے جو تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے خاتم النبیین کے لفظ کو لکھنا لازمی قرار دے کر عظیم کارنامہ انجام دے دیا ہے اور احمدیوں کے راستے میں کوئی روک کھڑی کر دی ہے۔ ان عقل کے اندھوں کو یہ نہیں پتا کہ احمدی تو سب سے زیادہ خاتم النبیین کے مقام کا ادراک رکھتے ہیں اور یہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں جو طاقت ہے اس کے قریب بھی یہ لوگ پھٹک نہیں سکتے۔ آپ کے ہر ہر لحہ اور عمل میں حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عشق و محبت کا اظہار ہے کہ ان لوگوں کی سوچیں بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتیں۔ اپنی بعثت کے مقصد اور سلسلہ کی ترقی کے بارے میں آپ مخالفین کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لیے یہ کہ اصل تقویٰ اور طہارت پر قائم ہو جائیں۔ وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کامل فرمانبرداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرنا اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے۔ دنیا اس کو بالکل بھول جاوے اور خدائے واحد کی عبادت ہو۔ فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے اس کام کو شروع کیا ہے تو اس کے فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں کون ہے جو اس کو تلف کر سکے؟ یاد رکھو میرا سلسلہ اگر نری دوکانداری ہے تو اس کا نام و نشان مٹ جائے گا لیکن اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقیناً اس کی طرف سے ہے تو ساری دنیا اس کی مخالفت کرے یہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور فرشتے اس کی حفاظت کریں گے۔ اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کوئی بھی مدد نہ دے تب بھی میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کامیاب ہوگا۔

پھر اپنے اور اپنی جماعت کے کامل ایمان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت کا اعلان کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

میں سچ کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اور میری جماعت مسلمان ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم پر اسی طرح ایمان لاتی ہے جس طرح پر ایک سچے مسلمان کو لانا چاہئے۔ میں ایک ذرہ بھی اسلام سے باہر قدم رکھنا ہلاکت کا موجب یقین کرتا ہوں اور میرا یہی مذہب ہے کہ جس قدر فیض اور برکات کوئی شخص حاصل کرسکتا ہے اور جس قدر تقرب الی اللہ پاسکتا ہے وہ صرف صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت اور کامل محبت سے پاسکتا ہے ورنہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اب کوئی راہ نیکی کی نہیں۔ ہاں یہ بھی سچ ہے کہ میں ہرگز یقین نہیں کرتا کہ مسیح علیہ السلام اسی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر گئے ہوں اور اب تک زندہ قائم ہوں۔ اس لئے کہ اس مسئلہ کو مان کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین اور بے حرمتی ہوتی ہے۔ میں ایک لحظہ کے لیے اس ہجو کو گوارا نہیں کر سکتا۔ سب کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور مدینہ طیبہ میں آپ کا روضہ موجود ہے۔ ہر سال وہاں ہزاروں لاکھوں حاجی بھی جاتے ہیں۔ اب اگر مسیح کی نسبت موت کا یقین کرنا یا موت کو ان کی طرف منسوب کرنا بے ادبی ہے تو پھر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت کی نسبت یہ گستاخی اور بے ادبی کیوں یقین کر لی جاتی ہے؟ مولود خواں بڑی خوش الحانی سے واقعات وفات کو ذکر کرتے ہیں اور کفار کے مقابلہ میں بھی تم بڑی کشادہ پیشانی سے تسلیم کر لیتے ہو کہ آپ نے وفات پائی۔ فرمایا پھر میں نہیں سمجھتا کہ حضرت عیسیٰ کی وفات پر کیا پتھر پڑتا ہے کہ نیلی پیلی آنکھیں کر لیتے ہو۔ بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہمیں بھی رنج نہ ہوتا کہ اگر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی وفات کا لفظ سن کر ایسے آنسو بہاتے مگر افسوس تو یہ ہے کہ خاتم النبیین اور سرور دو عالم کی نسبت تو تم بڑی خوشی سے موت تسلیم کر لو اور اس شخص کی نسبت جو اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے بھی قابل نہیں بتاتا، زندہ یقین کرتے ہو اور اس کی نسبت موت کا لفظ منہ سے نکالا اور تمہیں غضب آجاتا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتک زندہ رہتے تو ہرج نہ تھا اس لیے کہ آپ وہ عظیم الشان ہدایت لیکر آئے تھے جسکی نظیر دنیا میں پائی نہیں جاتی اور آپ نے وہ عملی حالتیں دکھائیں کہ آدم سے لے کر اس وقت تک کوئی اس کا نمونہ اور نظیر پیش نہیں کر سکتا۔ فرمایا میں تم کو سچ سچ کہتا ہوں کہ آنحضرت کے وجود کی جس قدر ضرورت دنیا اور مسلمانوں کو تھی اس قدر ضرورت مسیح کے وجود کی نہیں تھی۔ پھر آپ کا وجود باجود وہ مبارک وجود ہے کہ جب آپ نے وفات پائی تو صحابہ کی یہ حالت تھی کہ وہ دیوانے ہو گئے یہانتک کہ حضرت عمر نے تلوار میان سے نکال لی اور کہا کہ اگر کوئی آنحضرت کو مردہ کہے گا تو میں اس کا سر جدا کر دوں گا۔ اس جوش کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو ایک خاص نور اور فراست عطا کی۔ انہوں نے سب کو اکٹھا کیا اور خطبہ پڑھا۔ اور وہاں یہ آیت بھی پڑھی کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ یعنی آنحضرت ایک رسول ہیں اور آپ سے پیشتر جس قدر رسول آئے وہ سب وفات پا چکے ہیں۔ فرمایا کہ اب آپ غور کریں اور سوچ کر بتائیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے آنحضرت کی وفات پر یہ آیت کیوں پڑھی تھی اور اس سے آپ کا کیا مقصد اور منشا تھا؟ اور پھر ایسی حالت میں کہ کل صحابہ موجود تھے۔ میں یقیناً کہتا ہوں اور آپ انکار نہیں کر سکتے کہ آنحضرت کی وفات کی وجہ سے صحابہ کے دل پر سخت صدمہ تھا اور اس کو بے وقت اور قبل از وقت سمجھتے تھے۔ وہ پسند نہیں کر سکے کہ آنحضرت کی وفات کی خبر سنیں۔ ایسی حالت اور صورت میں کہ حضرت عمر جیسا جلیل القدر صحابی اس جوش کی حالت میں ہو، ان کا غصہ فرو نہیں ہوسکتا تھا بجز اس کے کہ یہ آیت ان کی تسلی کا موجب ہوتی۔ اگر انہیں یہ معلوم ہوتا یا یہ یقین ہوتا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو وہ تو زندہ ہی مر جاتے۔ وہ تو آنحضرت کے عشاق تھے اور آپ کی حیات کے سوا کسی اور کی حیات کو گوارا ہی نہ کر سکتے تھے پھر کیونکر اپنی آنکھوں کے سامنے آپ کو وفات یافتہ دیکھتے اور مسیح کو زندہ یقین کرتے۔ اُس وقت صحابہ مدینہ کی گلیوں میں یہ آیت پڑھتے پھرتے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ گویا یہ آیت آج ہی اتری ہے۔ اس طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر یہ پہلا اجماع تھا جو دنیا میں ہوا اور اس حضرت مسیح کی وفات کا بھی کلی فیصلہ ہو چکا تھا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں۔

وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا تھا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا، وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیا ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتدائے دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے جیسا کہ یونس اور ایوب اور مسیح بن مریم اور ملاکی اور یحییٰ اور ذکریا وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی اگرچہ سب مقرب اور وجیہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اس نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کا حقیقی ادراک عطا کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے چلے جانے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ کے حضور پہلے سے بڑھ کر ہم جھکنے والے ہوں اور یہی طریق ہے جو ہم اپنے عمل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ثابت کریں گے اور اپنے دلوں میں اسے بٹھائیں گے تو ہم مخالفین کی مخالفت کا جواب دے سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ ☆☆

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad